احمدی نوجوانوں کیلئے

ماہنامہ

خالد

فروری 2001ء

ہم تو ہر دم چڑھ رہے ہیں اک بلندی کی طرف

1882 1889 1908 1934 1957 1974 1991 2000

مدیر

اسفندیار منیب

ہمارا بہشت ہمارا خُدا ہے

’’ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اُس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی ۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے۔ اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اِس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔ میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھادوں۔ کس دَف سے مَیں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سُن لیں اور کس دَوا سے مَیں علاج کروں تا سننے کے لئے لوگوں کے کان کھلیں۔‘‘

(کشتی نوح صفحہ ۲۱۔۲۲)

﴿صرف احمدی احباب کے لئے﴾

ماہنامہ

جلد نمبر 48 شمارہ نمبر 2

فروری 2001ء
تبلیغ 1380ہش

مدیر
اسفندیار منیب

نائب
منصور احمد نور الدین
معاون
فرید احمد ناصر۔ احمد طاہر مرزا۔ میر انجم پرویز

کمپوزنگ : اقبال احمد زبیر
پبلشر : قمر احمد محمود۔ مینیجر : سلطان احمد خالد
پرنٹر : قاضی منیر احمد۔
مطبع : ضیاء الاسلام پریس چناب نگر (ربوہ)
مقام اشاعت : ایوان محمود دار الصدر جنوبی

اس شمارے میں

قیمت 10 روپے۔ سالانہ 100

اداریہ

۲۰ فروری ۱۸۸۶ء

یہ دن تاریخ عالم میں ہمیشہ زندۂ جاوید رہے گا کیونکہ اس دن اللہ تعالیٰ نے اسلام کی حمایت ونصرت اور اس کی عزت وعظمت ظاہر کرنے، باطل کو تمام تر نحوستوں کے ساتھ بھگانے اور حق کو تمام تر برکتوں کے ساتھ لانے، کلام اللہ کے شرف کو ظاہر کرنے اور اسیروں کو رہائی دلانے کے لئے ایک بابرکت وجود کی آمد کی خبر دی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ پیش خبری حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو متضرعانہ دعاؤں اور مناجاتوں کے بعد عطا فرمائی۔ جس کے مطابق ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود دنیا میں تشریف لائے۔ آپ کی آمد فقط ایک ذی روح کی دنیا میں جلوہ گری نہ تھی بلکہ ایک ایسے بطل جلیل کی تشریف آوری تھی جس سے روحانی انقلاب کے تاروپود منسلک تھے اور ایک ایسے وجود کا نزول تھا جس نے مذاہب کی جنگ میں دین حق کی سپر بن جانا تھا۔ چنانچہ آپ نے سن شعور سے سن وصال تک اپنی حیات مستعار کا لمحہ لمحہ خدمت واستحکام دین کے لئے صرف کر دیا۔ اپنی تمام فطرتی اور فکری استعدادیں، تمام قلمی اور لسانی طاقتیں خدا تعالیٰ کی راہ میں لگا دیں۔ اتنی مصروف اور معمور زندگی گزاری کہ عقل سراسر حیران رہ جاتی ہے۔

صرف کر ڈالیں خدا کی راہ میں سب طاقتیں
جان کی بازی لگا دی قول پر ہارا نہیں

اگر اس ادّعا پر کسی کا یقین بے یقینی کی کیفیت میں ہو تو وہ اپنے فن میں طاق یورپ کے ایک ماہر اور مستند ڈاکٹر روسیو کے ان الفاظ کو پڑھے جو اس نے حضرت مصلح موعود کے علاج (۱۹۵۵ء) کے بعد کہے:۔

''ایک بار پھر میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں کہ انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے ایک معین طاقت رکھی ہے اور وہ اس طاقت کے مطابق کام کر سکتا ہے اس سے زیادہ نہیں (مگر) آپ نے اپنی گذشتہ عمر میں نارمل حالت سے ڈیڑھ سو فی صدی زیادہ کام کیا ہے۔'' (سوانح فضل عمر جلد ۳ صفحہ ۱۳۱)

دین حق کی تقویت وترقی اور ترویج واشاعت کے لئے حضرت مصلح موعود کا یہ قابل رشک اور قابل تقلید عمل پیہم ہمیشہ ایسا منارۂ نور بنا رہے گا۔ جس کی ضیا پاشیاں ہر اندھیرے کو اجالے میں اور نار کو نور میں بدلتی رہیں گی۔ انشاء اللہ

پیشگوئی مصلح موعود

"میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اُسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا...... وہ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا' وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے............ وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔............ فرزند دلبند گرامی ارجمند۔ مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعُلَاءِ. كَأَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ.......... نور آتا ہے نور..... ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے.......... وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اُٹھایا جائے گا"۔

(اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

اے فضلِ عمر! تجھ کو جہاں یاد کریگا

اس دہر کا ہر پیر و جواں یاد کریگا
اے فضلِ عمر! تجھ کو جہاں یاد کریگا

پائے گا وہ خود اپنی زباں میں بھی لطافت
جو بھی ترا اندازِ بیاں یاد کریگا

اے صاحبِ اعجازِ قلم - تجھ کو یہ عالم
جب تک ہے لہو دل میں رواں' یاد کریگا

ہر اہلِ سخن ' اہلِ نظر ' اہلِ تفکر
حسنِ نظر و فکر و بیاں یاد کریگا

اے کوہِ وقار! عظمتِ انسان کے پیکر
عظمت کو تری کوہِ گراں یاد کریگا

القصہ ترے فیض ترے جود و کرم کو
جو شخص جہاں ہوگا وہاں یاد کریگا

(مکرم عبدالسلام اختر صاحب۔ الفرقان دسمبر ۱۹۶۵ء)

سیرت النبی ﷺ

عَشِقَ مُحَمَّدٌ رَبَّہٗ

(مکرم طاہر احمد مختار صاحب۔ گوجرہ شہر)

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے ایک دفعہ حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ آپ مجھے آنحضرت ﷺ کی کوئی بات بتائیں جو آپ کو سب سے زیادہ اچھی لگتی ہو۔ اس پر حضرت عائشہؓ رو پڑیں اور ایک لمبے عرصے تک روتی رہیں اور جواب نہ دے سکیں ۔ پھر فرمایا کہ آپ کی تو ہر بات ہی خوبصورت تھی کس کا ذکر کروں اور کس کا ذکر نہ کروں۔

ایک رات حضورؐ کی میرے ہاں باری تھی آپ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے عائشہ!

"کیا آپ مجھے اس بات کی اجازت دیں گی کہ میں یہ رات اپنے محبوب خدا کی عبادت میں گذار دوں"۔

میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! یقیناً مجھے تو آپ کا قرب پسند ہے اور آپ کی خوشنودی مقصود ہے۔ میں آپ کو خوشی سے اجازت دیتی ہوں ۔ اس پر حضورؐ اٹھے اور گھر میں لٹکے ہوئے ایک مشکیزہ کی طرف گئے اور وضو کیا۔ پھر آپ نماز پڑھنے لگے اور قرآن کا کچھ حصہ تلاوت فرمایا۔ آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی ۔ پھر آپؐ بیٹھ گئے اور خدا کی حمد اور تعریف کی اور پھر رونا شروع کر دیا۔

پھر آپ نے اپنے ہاتھ اُٹھائے اور پھر رونے لگے ۔ یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ آپ کے آنسوؤں سے زمین تر ہوگئی اور اسی حال میں وہ رات گذر گئی اور جب صبح کے وقت حضرت بلالؓ نماز کے لئے آپ کو بُلانے آئے اُس وقت بھی آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اُنہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ رو رہے ہیں۔ کیا آپ کے متعلق اللہ نے یہ خوشخبری نہیں دی۔ وَقَدْ غَفَرَ اللّٰہُ لَکَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَأَخَّرَ ۔ پھر آپ کیوں روتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اے بلال! کیا میں خدا تعالیٰ کا شکر گذار بندہ نہ بنوں۔

(تفسیر کشاف جلد اوّل صفحہ ۴۸۷ زیر آیت اِنّ فی خلق السمٰوٰت والارض)

غزوۂ اُحد کے روز ایک موقعہ ایسا بھی آیا کہ مسلمانوں کا لشکر پراگندہ ہوگیا اور رسول کریمؐ کے گرد صرف ایک قلیل جماعت رہ گئی۔ ابوسفیان اپنے چند ساتھیوں کو لے کر اس درّہ کی طرف بڑھا، جہاں مسلمان جمع تھے اور اس کے قریب کھڑے ہو کر پکار کر کہا:

مسلمانو! کیا تم میں محمدؐ ہے؟ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔ کوئی جواب نہ دے۔ چنانچہ سب صحابہ خاموش رہے۔ پھر اُس نے حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ کا پوچھا مگر اس پر بھی آپؐ کے

ارشاد کے مطابق جواب نہ دیا گیا جس پر اُس نے بلند آواز سے فخر کے لہجے میں کہا کہ یہ سب مارے گئے ہیں کیونکہ اگروہ زندہ ہوتے تو جواب دیتے۔ اس وقت حضرت عمرؓ سے رہا نہ گیا اور وہ بے اختیار ہوکر بولے۔ اے اللہ کے دشمن! تو جھوٹ کہتا ہے۔ ہم سب زندہ ہیں اور خدا ہمارے ہاتھوں سے تمہیں ذلیل کرے گا۔ اس کے بعد ابوسفیان نہایت بلند آواز سے پکار کر کہنے لگا۔

اُعلُ ھُبَلُ اُعلُ ھُبَلُ

اے ہبل تیرا درجہ بلند ہو۔ اے ہبل تیرا درجہ بلند ہو

صحابہ آنحضرتؐ کے ارشاد کا خیال کر کے خاموش رہے، مگر آنحضرتؐ جو اپنے نام پر خاموش رہنے کا حکم دیتے تھے۔ اب خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں بُت کا نام آنے پر بے تاب ہوگئے اور فرمایا۔

''تم جواب کیوں نہیں دیتے؟

صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ؟ کیا جواب دیں۔ آپ نے فرمایا:۔

کہو! اَللّٰہُ اَعْلٰی وَاَجَلُّ۔ یعنی خدا تعالیٰ ہی سب سے بلند رتبہ اور سب سے زیادہ شان والا ہے۔ ابوسفیان نے کہا لَنَا الْعُزّٰی وَلَا عُزّٰی لَکُمْ۔ یعنی ہمارا تو ایک بت عزّیٰ ہے اور تمہارا کوئی عزّیٰ نہیں۔ آنحضرتؐ نے صحابہ سے فرمایا۔ کہو! اَللّٰہُ مَوْلٰنَا وَلَا مَوْلٰی لَکُمْ۔ عزّیٰ کیا چیز ہے۔ اللہ ہمارا دوست ہے اور تمہارا کوئی دوست اور مددگار نہیں۔

(بخاری کتاب الجہاد باب ما یکرہ من التنازع والاختلاف فی الحرب)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب آپؐ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو بوجہ سخت ضُعف کے نماز پڑھانے پر قادر نہ تھے اس لئے آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ جب حضرت ابوبکرؓ نے نماز پڑھانی شروع کی تو آپؐ نے بیماری میں ذرا کمی محسوس کی اور فرمایا مجھے مسجد لے چلو۔ دو صحابہؓ کے سہارے پر آپؐ نکلے اور شدتِ درد کی وجہ سے آپؐ کے قدم زمین سے چھوتے جاتے تھے۔ آپ کو دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ نے پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا تو آپؐ نے اشارے سے فرمایا کہ اپنی جگہ پر رہو۔ پھر آپ کو وہاں لایا گیا اور آپ حضرت ابوبکرؓ کے پاس بیٹھ گئے اور نماز پڑھنی شروع کی۔ حضرت ابوبکرؓ نے آپ کے ساتھ نماز پڑھنی شروع کی اور باقی لوگ حضرت ابوبکرؓ کی اتباع کرنے لگے۔

(بخاری کتاب الاذان باب حد المریض ان یشھد الجماعۃ)

اس حدیث سے آپؐ کی غیر معمولی محبتِ الٰہی کا پتا چلتا ہے۔ کیسی ہی خطرناک بیماری ہو آپ خدا تعالیٰ کی یاد کو نہ بھلاتے تھے۔ یہاں تک کہ آخری وقت میں بھی آپ اپنے پیارے خدا کا نام ہی لیتے نظر آتے ہیں۔ اور زبان پر یہ الفاظ جاری ہیں۔

اَللّٰھُمَّ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی۔ اَللّٰھُمَّ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی۔

☆☆☆

سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام

قربانِ تُست جانِ من اے یارِ محسنم

(اے میرے محسن دوست! تجھ پہ میری جان قربان)

(مکرم مرزا عرفان قیصر صاحب۔ خانقاہ ڈوگراں)

حضرت اقدس کے بڑے بھائی ایک معزز عہدہ پر فائز ہو چکے تھے۔ ایسے وقت میں آپ کے والد صاحب نے علاقہ کے ایک سکھ زمیندار کے ذریعہ جو آپ سے ملنے آیا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کہلا بھیجا کہ آج کل ایک بڑا افسر صاحبِ اختیار ہے جس کے ساتھ میرے خاص تعلقات ہیں اس لیے اگر تمہیں نوکری کی خواہش ہو تو میں اس افسر کو کہہ کر تمہیں اچھی نوکری دلا سکتا ہوں۔ یہ سکھ زمیندار آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے والد صاحب کا پیغام پہنچایا اور تحریک کی کہ یہ ایک بہت عمدہ موقع ہے۔ اسے ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہیے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کے جواب میں بلا توقف فرمایا۔

"حضرت والد صاحب سے عرض کر دو میں ان کی محبت اور شفقت کا ممنون ہوں مگر میری نوکری کی فکر نہ کریں مَیں نے جہاں نوکر ہونا تھا ہو چکا ہوں"۔

یہ سکھ زمیندار آپ کے والد صاحب کی خدمت میں حیران و پریشان ہو کر واپس آیا اور عرض کیا کہ آپ کے بچے نے تو یہ جواب دیا ہے کہ "میں نے جہاں نوکر ہونا تھا ہو گیا ہوں" شاید وہ سکھ زمیندار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جواب کو سمجھ بھی نہ سکا ہوگا۔ مگر آپ کے والد صاحب کی طبیعت بڑی نکتہ شناس تھی۔ کچھ دیر خاموش رہ کر فرمانے لگے کہ "اچھا غلام احمد نے یہ کہا ہے کہ میں نوکر ہو چکا ہوں تو پھر خیر ہے۔ اللہ اسے ضائع نہیں کرے گا"۔

(سیرت طیبہ صفحہ ۷، ۸ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب)

یہ اسی سکھ زمیندار کا بیان ہے جس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آپ کے والد صاحب کا پیغام لا کر دیا تھا کہ ایک دفعہ ایک بڑے افسر یا رئیس نے آپ کے والد صاحب سے پوچھا کہ سنتا ہوں کہ آپ کا ایک چھوٹا لڑکا بھی ہے مگر ہم نے اسے کبھی نہیں دیکھا۔ آپ کے والد صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ ہاں میرا ایک چھوٹا لڑکا تو ہے مگر وہ تازہ شادی شدہ دلہنوں کی طرح کم ہی نظر آتا ہے۔ اگر اس کو دیکھنا ہو تو مسجد کے کسی گوشہ میں جا کر دیکھیں۔ وہ تو مسیتڑ ہے۔ اکثر مسجد میں ہی رہتا ہے اور دنیا کے کاموں میں اسے کوئی دلچسپی نہیں۔

(حیات طیبہ حضرت شیخ عبدالقادر صاحب مرحوم صفحہ ۱۲، ۱۳)

حضرت مسیح موعود نے ۲۰ فروری

۱۸۹۳ء کو پنڈت لیکھرام کے بارہ میں پیشگوئی فرمائی کہ یہ شخص اپنی بدزبانی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی کی سزا میں آج سے چھ سال کے عرصہ تک ہلاک کیا جاوے گا۔ چنانچہ آپ کی پیشگوئی کے مطابق پیشگوئی کے پانچویں سال ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کو پنڈت لیکھرام قتل ہو گیا۔ چونکہ پنڈت لیکھرام آریہ قوم کا ایک مشہور لیڈر تھا اس لیے اس کے قتل سے ملک کے طول و عرض میں شور پڑ گیا۔ مخالفین نے حضرت اقدس کو قاتل ثابت کرنے کیلئے بہت تدبیریں کیں اور حکومت پر زور دیا کہ آپ کے خلاف اقدامِ قتل کا مقدمہ چلایا جائے۔ چنانچہ ۸ اپریل ۱۸۹۷ء کو ایس پی گورداسپور پولیس کی ایک مختصر سی جماعت کے ساتھ آپ کے گھر کی تلاشی لینے کیلئے قادیان آیا۔ حضور کو اس کے متعلق قطعاً کوئی خبر نہ تھی۔ حضرت میر ناصر نواب صاحب گھبرائے ہوئے حضرت اقدس کے پاس پہنچے اور سخت پریشانی کی حالت میں کہا کہ ''پولیس گرفتاری کے لیے آئی ہے'' حضور نے نہایت جمیعت خاطر اور سکون کے ساتھ فرمایا:۔ ''میر صاحب لوگ اپنی خوشی کیلئے سونے چاندی کے کنگن پہن لیتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ مجھے لوہے کی ہتھکڑی پہنا کر خوش ہو تو میرے لیے اس سے بڑھ کر تو خوشی نہیں ہو سکتی، لیکن میں یہ یقین رکھتا ہوں کہ وہ میری ذلت پسند نہیں کرتا'' ۔ چنانچہ پولیس نے گھر کے ایک ایک کونے کی تلاشی لی، مگر کوئی ثبوت نہ پا کر واپس چلی گئی۔

(حیات احمد جلد چہارم صفحہ ۲۸۵، ۲۸۶)

اعلان تبدیلی مدیر

ماہنامہ خالد

احباب کی اطلاع کے لئے تحریر ہے کہ مکرم و محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان نے مکرم اسفندیار منیب صاحب (مربی سلسلہ) کو بطور مدیر ماہنامہ ''خالد'' نامزد فرمایا ہے۔ اس سے پہلے جنوری 1990ء سے دسمبر جنوری 01-2000ء تک مکرم سید مبشر احمد ایاز صاحب بطور مدیر ''خالد'' اپنے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ ادارہ خالد ان کا شکر گزار ہے کہ انہوں نے اپنے دور میں ادارت کا کام بڑی تندہی کے ساتھ انجام دیا اور ''خالد'' کو دلچسپ اور معیاری بنانے کی ہر ممکن کوشش کی۔

فجزاھم اللہ احسن الجزاء

نئے آنے والے مدیر ''خالد'' کو ہم خوش آمدید کہتے ہیں اور یہ توقع رکھتے ہیں کہ ان کے دور میں ''خالد'' پہلے سے بڑھ کر ترقی کی منازل طے کرے گا۔ اللہ تعالیٰ انہیں توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

☆

(مہتمم اشاعت۔ مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)

حضرت مسیح موعودؑ کا سفرِ ہوشیار پور ۱۸۸۶ء

شب و روز

(مکرم محمد محمود طاہر صاحب ۔ ربوہ)

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام بانی جماعت احمدیہ جو کہ براہین احمدیہ کی تصنیف و اشاعت کے بعد آفاقی شہرت حاصل کر چکے تھے اور حقانیت اسلام پر آپ دیگر ادیان کو چیلنج دے چکے تھے اور آپ پر خدا تعالیٰ کے افضال و برکات اور تائیدات کے نشانات بارش کی طرح نازل ہو رہے تھے ۔ اسی دور میں خدا تعالیٰ کی طرف سے آپ کے دل میں قادیان سے باہر جا کر چلہ کشی کرنے کی تحریک اٹھی اور آپ نے ۱۸۸۴ء میں سوجان پور جا کر چلہ کرنے کا فیصلہ کیا اور اپنے اس ارادہ سے اپنے مخلص مرید حضرت منشی عبداللہ صاحب سنوری کو اطلاع بھی دے دی۔

مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہاماً بتایا گیا کہ آپ کی عقدہ کشائی ہوشیار پور میں ہوگی ۔ اس الٰہی منشاء کے مطابق آپ اپنے تین خادموں کے ہمراہ بہلی میں بیٹھ کر دریائے بیاس کے راستے ہوشیار پور تشریف لے گئے اور ۲۲ جنوری ۱۸۸۶ء کو ہوشیار پور میں شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیار پور کے ایک مکان جو طویلہ کے نام سے مشہور تھا اس کے بالا خانے میں قیام فرمایا اور خدا تعالیٰ کے حضور خلوت نشینی میں مناجات و عبادات کی توفیق پائی اور الٰہی بشارات کی روشنی میں آپ نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو پسر موعود کی پیشگوئی فرمائی جو کہ اخبار ریاض ہند امرت سر یکم مارچ ۱۸۸۶ء کی اشاعت میں بطور ضمیمہ شائع ہوئی ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ۱۷ مارچ ۱۸۸۶ء کو قادیان مراجعت ہوئی ۔

حضرت منشی عبداللہ سنوری صاحب حضرت بانی سلسلہ عالیہ کے ممتاز رفقاء میں شامل ہیں ۔ ان کو اس یادگار سفر میں آغاز سے آخر تک ہم سفر رہنے کی سعادت نصیب ہوئی ۔ "ایں سعادت بزور بازو نیست" ۔ ان کی تفصیلی روایت جو کہ سیرۃ المہدی میں روایت نمبر ۸۸ کی ذیل میں مندرج ہے ۔ اس سفر کے حالات اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے شب و روز پر روشنی ڈالتی ہے ۔ حضرت منشی عبداللہ صاحب سنوری سفر ہوشیار پور کی روداد یوں بیان کرتے ہیں :۔

"جب آپ ماہ جنوری ۱۸۸۶ء میں ہوشیار پور جانے لگے تو مجھے خط لکھ کر حضور نے قادیان بلا لیا اور شیخ مہر علی رئیس ہوشیار پور کو خط لکھا کہ میں دو ماہ کے واسطے ہوشیار پور آنا چاہتا ہوں کسی ایسے مکان کا انتظام کر دیں جو شہر کے ایک کنارہ پر ہو اور اس میں بالا خانہ بھی ہو ۔ شیخ مہر علی نے اپنا ایک مکان جو طویلہ کے نام سے مشہور

تھا خالی کروادیا۔ حضور بہلی میں بیٹھ کر دریائے بیاس کے راستے تشریف لے گئے"۔

آپ کے ہم سفر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ اس سفر میں منشی عبداللہ سنوری صاحب جو کہ خاص طور پر قادیان ہم سفری کے لئے تشریف لائے تھے اِن کے علاوہ حضرت صاحب کے خادم خاص حضرت شیخ حامد علی صاحب' اور فتح خان ساتھ تھا۔ (فتح خان رسول پور متصل ٹانڈہ کا رہنے والا تھا اور حضور کا بڑا معتقد تھا مگر بعد میں مولوی محمد حسین بٹالوی کے زیر اثر ہو گیا) حضرت میاں عبداللہ سنوری صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

"حضور جب دریا پر پہنچے تو چونکہ کشتی تک پہنچنے کے رستہ میں کچھ پانی تھا اس لئے ملاح نے حضور کو اٹھا کر کشتی میں بٹھایا جس پر حضور نے اسے ایک روپیہ انعام دیا۔ دریا میں جب کشتی چل رہی تھی حضور نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میاں عبداللہ کامل کی صحبت اس سفر دریا کی طرح ہے جس میں پار ہونے کی بھی امید ہے اور غرق ہونے کا بھی اندیشہ ہے۔ میں نے حضور کی یہ بات سرسری طور پر سنی مگر جب فتح خان مرتد ہوا تو مجھے حضرت کی یہ بات یاد آئی"۔

"خیر ہم راستہ میں فتح خان کے گاؤں میں قیام کرتے ہوئے دوسرے دن ہوشیار پور پہنچے وہاں جاتے ہی حضرت صاحب نے طویلہ کے بالا خانہ میں قیام فرمایا"۔

خادموں کی ڈیوٹیاں

حضرت صاحب نے اپنے ساتھ جانے والے تینوں خادموں کی ہوشیار پور پہنچ کر الگ الگ ڈیوٹیاں لگا دیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ سنوری صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

"اس غرض سے کہ ہمارا آپس میں کوئی جھگڑا نہ ہو ہم تینوں کے الگ الگ کام مقرر فرما دیئے۔ چنانچہ میرے سپرد کھانا پکانے کا کام ہوا۔ فتح خان کی یہ ڈیوٹی لگائی گئی کہ وہ بازار سے سودا وغیرہ لایا کرے۔ شیخ حامد علی کا یہ کام مقرر ہوا کہ گھر کے بالائی کام اور آنے جانے والے کی مہمان نوازی کرے"۔

ملاقات کی ممانعت اور خادموں کو ہدایات

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام چونکہ خلوت نشینی میں چلہ کشی کرنے کے واسطے ہوشیار پور تشریف لے گئے تھے اس لئے آپ نے احباب سے ملنے کی ممانعت کا اعلان کیا۔ حضرت عبداللہ سنوری صاحب بیان کرتے ہیں:۔

"حضرت مسیح موعودؑ نے بذریعہ دستی اشتہارات اعلان کر دیا کہ چالیس دن تک مجھے کوئی صاحب ملنے نہ آویں اور نہ کوئی صاحب مجھے دعوت کے لئے بلائیں۔ ان چالیس دن کے گذرنے کے بعد میں یہاں بیس دن اور ٹھہرونگا۔ ان بیس دنوں میں ملنے والے ملیں دعوت کا ارادہ رکھنے والے دعوت کر سکتے ہیں اور سوال و جواب کرنے والے سوال و جواب

کر لیں۔ اور حضرت صاحب نے ہم کو بھی حکم دے دیا کہ ڈیوڑھی کے اندر کی زنجیر ہر وقت لگی رہے اور گھر میں بھی کوئی شخص مجھے نہ بلائے۔ میں اگر کسی کو بلاؤں تو وہ اسی حد تک میری بات کا جواب دے جس حد تک ضروری ہے۔ اور نہ اوپر بالا خانہ میں کوئی میرے پاس آوے۔ میرا کھانا اوپر پہنچا دیا جاوے مگر اس کا انتظار نہ کیا جاوے کہ میں کھانا کھالوں۔ خالی برتن پھر دوسرے وقت لے جایا کریں۔ نماز میں اوپر الگ پڑھا کروں گا تم نیچے پڑھ لیا کرو۔ جمعہ کے لئے حضرت صاحب نے فرمایا کوئی ویران سی مسجد تلاش کرو جو شہر کے ایک طرف ہو۔ جہاں ہم علیحدگی میں نماز ادا کر سکیں چنانچہ شہر کے باہر ایک باغ تھا اس میں ایک چھوٹی سی ویران مسجد تھی وہاں جمعہ کے دن حضور تشریف لے جایا کرتے تھے اور ہم کو نماز پڑھاتے تھے اور خطبہ بھی خود پڑھتے تھے"۔

چلّہ کے دوران مخاطبات الٰہیہ کا سلسلہ

خلوت نشینی کے ان ایام میں اللہ تعالیٰ نے بارش کی طرح الہامات اور مخاطبات کا سلسلہ جاری فرمایا اور پسر موعود کی عظیم الشان پیشگوئی سے بھی نوازا۔ حضرت میاں عبداللہ سنوری صاحب روایت کرتے ہیں:۔

"میں کھانا چھوڑنے اوپر جایا کرتا تھا اور حضور سے کوئی بات نہیں کرتا تھا مگر کبھی حضور مجھ سے خود کوئی بات کرتے تھے تو جواب دے دیتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت صاحب نے مجھ سے فرمایا۔ میاں عبداللہ ان دنوں میں مجھ پر بڑے بڑے خدا تعالیٰ کے فضل کے دروازے کھلے ہیں اور بعض اوقات دیر دیر تک خدا تعالیٰ مجھ سے باتیں کرتا رہتا ہے اگر ان کو لکھا جاوے تو کئی ورق ہو جاویں"۔

"ایک دن جب میں کھانا رکھنے اوپر گیا تو حضور نے فرمایا کہ مجھے الہام ہوا ہے بُوْرِکَ مَنْ فِیْهَا وَمَنْ حَوْلَهَا اور حضور نے تشریح فرمائی کہ من فیھا سے مَیں مراد ہوں اور من حولھا سے تم لوگ مراد ہو"۔

حضرت میاں عبداللہ صاحب سنوری مزید بیان فرماتے ہیں کہ

"میں تو سارا دن گھر میں رہتا تھا صرف جمعہ کے دن حضور کے ساتھ ہی باہر جاتا تھا اور شیخ حامد علی بھی اکثر گھر میں رہتا تھا لیکن فتح خان اکثر سارا دن ہی باہر رہتا تھا"۔

پیشگوئی پسر موعود

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو ایک اشتہار اپنے قلم سے تحریر فرمایا جس میں پیشگوئی مصلح موعود کے عظیم الشان الفاظ تحریر ہیں۔ یہ اشتہار اخبار ریاض ہند امرتسر یکم مارچ ۱۸۸۶ء کی اشاعت میں بطور ضمیمہ شائع ہوا۔

چلّہ کے بعد ہوشیارپور میں قیام

چلہ کے اختتام پر حسب وعدہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہوشیار پور میں قیام فرمایا۔ حضرت میاں عبداللہ سنوری صاحب کی روایت کے مطابق ان دنوں میں کئی لوگوں

نے دعوتیں کیں اور کئی لوگ مذہبی تبادلہ خیالات کے لئے آئے اور باہر سے حضور کے پرانے ملنے والے لوگ بھی آئے انہی دنوں ماسٹر مرلی دھر سے آپ کا مباحثہ ہوا جو سرمہ چشم آریہ کتاب میں درج ہے۔قادیان کے لئے واپس اسی راستہ سے روانہ ہوئے۔

قادیان واپسی پرایک قبر پر دعا اور نشان کا ظہور

قادیان واپس جاتے ہوئے ہوشیار پور سے پانچ چھ میل کے فاصلہ پر ایک بزرگ کی قبر پر حضرت صاحب رکے. اور دعا کی۔حضرت میاں عبداللہ سنوری صاحب روایت بیان کرتے ہیں کہ:

''ہوشیار پور سے پانچ چھ میل کے فاصلہ پر ایک بزرگ کی قبر ہے اور فرمایا یہ عمدہ سایہ دار جگہ ہے۔ یہاں تھوڑی دیر ٹھہر جاتے ہیں اس کے بعد حضور قبر کی طرف تشریف لے گئے میں بھی پیچھے پیچھے ساتھ ہوگیا............۔آپ مقبرہ پر پہنچ کر اس کا دروازہ کھول کر اندر گئے اور قبر کے سرہانے کھڑے ہوکر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور تھوڑی دیر تک دعا فرماتے رہے۔ پھر واپس آئے اور مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا''جب میں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو جس بزرگ کی یہ قبر ہے وہ قبر سے نکل کر دوزانو ہوکر میرے سامنے بیٹھ گئے اور اگر آپ ساتھ نہ ہوتے تو میں ان سے باتیں بھی کر لیتا۔ ان کی آنکھیں موٹی موٹی اور رنگ سانولا ہے'' پھر کہا کہ دیکھو اگر یہاں کوئی مجاور ہے تو اُن سے اِن کے حالات پوچھیں۔چنانچہ حضور نے مجاور سے دریافت کیا اس نے کہا میں نے ان کو خود نہیں دیکھا کیونکہ ان کی وفات کو قریباً سو سال گذر گیا ہے ہاں اپنے باپ دادا سے سنا ہے کہ یہ علاقہ کے بڑے بزرگ تھے اور اس علاقہ میں ان کا بہت اثر تھا۔حضور نے پوچھا ان کا حلیہ کیا تھا؟ وہ کہنے لگا سنا ہے سانولا رنگ تھا اور موٹی موٹی آنکھیں تھیں۔پھر ہم وہاں سے روانہ ہوکر قادیان پہنچ گئے''۔

(سیرۃ المہدی از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب روایت نمبر ۸۸۔روایت حضرت میاں عبداللہ سنوری صاحب)

حضرت مولانا برہان الدین صاحب جہلمی کی ہوشیار پور آمد

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جلیل القدر رفیق اور ممتاز عالم دین حضرت مولانا برہان الدین صاحب جہلمی (اللہ آپ سے راضی ہو) جو کہ اہل حدیث کے لیڈر تھے اور اہل حدیث کے بڑے بڑے علماء آپ کے شاگرد تھے۔ وہ تلاش حق کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس قادیان تشریف لے گئے۔قادیان پہنچ کر انہیں علم ہوا کہ حضور تو ہوشیار تشریف لے گئے ہیں چنانچہ آپ عازم ہوشیار پور ہوئے اور یہاں آپ کی ملاقات باوجود ممانعت کے حضرت بانی سلسلہ سے ہوئی۔ملاقات کے بعد مولوی صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ سے بیعت لینے کی گذارش کی لیکن حضور نے فرمایا ابھی حکم نہیں ہے۔ہوشیار پور میں مولانا برہان الدین صاحب جہلمی نے حضرت بانی سلسلہ کا مشاہدہ کیسے کیا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے الفاظ میں پیش ہے حضور بیان فرماتے ہیں:

''یہ ان دنوں کا ذکر ہے جب حضرت مسیح موعود

علیہ الصلوٰۃ والسلام چلہ کے لئے ہوشیار پور تشریف لے گئے تھے۔ وہ (یعنی مولوی برہان الدین صاحب) قادیان سے ہوشیار پور پہنچے مگر وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ آپ سے ملاقات نہیں ہو سکتی کیونکہ حضرت مسیح موعود الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ساتھ والوں کو ہدایت دے دی تھی کہ کسی کو اندر نہیں آنے دینا اور شیخ حامد علی صاحب کو دروازہ پر بٹھایا ہوا تھا کہ وہ نگرانی رکھیں اور اور کسی کو اندر نہ آنے دیں۔ یہ وہاں پہنچے اور انہوں نے منتیں کیں کہ مجھے ملنے دو مگر انہوں نے نہیں مانا۔ آخر مولوی برہان الدین صاحب نے کہا کہ مجھے صرف چک اٹھا کر ایک دفعہ دیکھ لینے دو اس سے زیادہ کچھ نہیں کرونگا۔ لیکن حامد علی صاحب نے یہ بات بھی نہ مانی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے چونکہ ان کی خواہش کو پورا کرنا تھا اس لئے اتفاق ایسا ہوا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کوئی ضرورت پیش آئی اور آپ نے فرمایا میاں حامد علی تم فلاں چیز لے آؤ۔ وہ اُس طرف چلے گئے اور انہیں موقعہ میسر آ گیا یہ .... گئے اور انہوں نے چک اٹھا کر حضرت صاحب کو دیکھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس وقت کچھ لکھ رہے تھے اور جلدی جلدی کمرہ میں ٹہل رہے تھے۔ یہ عام نظر میں بہت معمولی بات ہے مگر صاحبِ عرفان کی نگاہ میں یہ بڑی بات تھی انہوں نے آپ کو دیکھا اور واپس آ گئے۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا مولوی صاحب آپ نے کیا دیکھا انہوں نے کہا اس نے بہت دور جانا ہے یہ کمرے میں بھی تیز تیز چل رہا تھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ اس نے بڑا کام کرنا ہے"۔

(روزنامہ الفضل ۵ جولائی ۱۹۵۷ء صفحہ ۵)

حضرت مولوی عبدالمغنی صاحب ابن حضرت مولانا برہان الدین صاحب جہلمی کی روایت

حضرت مولانا برہان الدین صاحب جہلمی جب قادیان سے ہوشیار پور پہنچے تو آپ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے ملاقات کا شرف حاصل کرنے کی درخواست کی اس سلسلہ میں آپ کو جو واقعات پیش آئے وہ آپ ہی کی زبانی پیش ہیں۔ اس روایت کو آپ کے فرزندِ رشید حضرت مولوی عبدالمغنی صاحب رفیق حضرت بانی سلسلہ نے اس طرح بیان کیا ہے:

"والد صاحب (مولوی برہان الدین صاحب) دروازہ پر پہنچے۔ دستک دی۔ ملازم نے آنے پر درخواستِ ملاقات کی کہ برہان ملنا چاہتا ہے۔ ملازم جواب لایا حضور فرماتے ہیں فرصت نہیں ہے۔ دوبارہ عرض کی کہ میں دور سے آیا ہوں ضروری ملنا ہے پھر جواب آیا کہ کسی اور وقت آنا۔ سہ بارہ عرض کی کہ جا کر کہو۔ برہان وہابی جہلم سے ملاقات کے لئے آیا ہے۔ دروازے پر بیٹھا ہے ملے بغیر نہیں جائیگا۔ والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ادھر میں پیغام دے رہا تھا۔ ادھر حضور کو الہام ہوا اَکْرِمْ ضَیْفَکَ (اپنے مہمان کی عزت افزائی کرو) حضور نے ملازم کو آواز دی کہ آپ کو جلدی بلا لو۔ اندر لے آؤ۔ چنانچہ میں اندر چلا گیا۔

اور بغور حضور کے حالات کا مطالعہ کرنے لگا۔ حضور اس مکان کے چوبارہ میں اوپر والی منزل پر رہتے تھے اور چوبارہ کے ساتھ برآمدہ بھی تھا...... میں چونکہ چھان بین کی نگاہ سے دیکھنے کے لئے گیا تھا۔ مجھے یہ معلوم ہوا کہ نوکر جب روٹی رکھ کر آتا ہے۔ تو حضور کے پاس ایک ٹوکری ہے اس میں روٹی رکھ کر بعض دفعہ باری (کھڑکی) کا دروازہ کھول کر گلی میں مانگنے والے کو لٹکا کر دیا کرتے۔ چونکہ حضور بالا خانہ میں رہتے اور میں نچلی منزل میں ہی رہتا اس لئے میں نے آپ کے دن بھر کے مشاغل سے واقف ہونے کے لئے کوشش کی کہ کسی طرح معلوم ہو کہ آپ دن بھر کرتے کیا ہیں؟ میں نے مکان کے ایک کونہ میں پتھر وغیرہ رکھ کر ایک اونچی جگہ بنائی جہاں سے بالا خانہ کے برآمدہ پر کچھ نظر پڑ سکتی تھی۔ یہاں میں کھڑے ہو کر دیکھا کرتا بعض دفعہ تو حضور اس برآمدہ میں خالی چلتے نظر آتے۔ سر پر ترکی یعنی رومی ٹوپی ہوتی۔ بعض دفعہ سر سے ننگے بھی ہوتے اور نہایت تیز چلتے۔ اور دنیا و مافیہا کی خبر نہیں۔ والد صاحب فرمایا کرتے کہ حضور کے تیز تیز چلنے سے میں نے یہ قیافہ لگایا کہ اس شخص نے دور کی منزل جانا ہے۔ اور بعض دفعہ برآمدہ میں چلتے اور لکھتے نظر آتے۔ دوات دونوں کناروں کے طاقچوں پر۔ کاغذ ہاتھ پر اور قلم سے لکھتے جاتے ہیں اور چلتے بھی جاتے ہیں"۔

حضرت مسیح موعودؑ سے حضرت مولوی برہان الدین صاحب جہلمی کا علمی تبادلہ خیالات

"والد صاحب (یعنی مولوی برہان الدین صاحب جہلمی) فرمایا کرتے تھے کہ تبادلہ خیالات کے لئے اجازت حاصل ہونے کے بعد پہلے دن میں نے معمولی سوال و جواب کئے اور بعض احادیث پیش کیں۔ حدیثوں کے متعلق میں نے دیکھا کہ حضرت صاحب قرآن شریف کی آیات پڑھ کر کسی حدیث کو صحیح قرار دیتے یا ضعیف۔ یہ انوکھا استدلال دیکھ کر میں حیران ہوا کہ کسی حدیث کو صحیح یا مرسل وغیرہ قرار دینا آسان کام نہیں بلکہ بہت مشکل کام ہے۔ محدثین کا طریق تو یہ ہے کہ راویوں کو دیکھا جائے۔ ان کے حالات معلوم کئے جائیں۔ یہ کیا جائے۔ وہ کیا جائے۔ مگر یہ عجیب استدلال ہے کہ یہ حدیث قرآن کے مخالف ہے لہذا ضعیف ہے۔ یہ حدیث قرآن کی تصدیق کرتی ہے یہ صحیح ہے۔ خیر پہلے دن میں کچھ شرمندہ ہو کر واپس چلا آیا اور آپ کے علم قرآن کی کچھ قدر میرے دل میں بیٹھی۔

دوسرے دن خاص تیاری کر کے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سوال و جواب شروع ہوئے۔ میں نے دیکھا کہ حضرت صاحب نے میرے اردگرد قرآن کریم کا قلعہ لگا دیا یعنی چاروں طرف قرآن کریم کی دیوار لگا دی۔ میں حضور کی قرآن دانی سن کر اور طرزِ بیان سادہ جس میں قطعاً تصنع اور بناوٹ کا شائبہ نہیں تھا، دیکھ کر حیران اور ششدر رہ گیا۔ میں نے باوجود یہ

کہ تفسیر قرآن کریم کے متعلق وسیع معلومات رکھتے ہوئے اور کئی تفاسیر نظر سے گذارتے ہوئے۔ حضرت صاحب سے قرآن کریم کی بعض آیات کے حقائق اور معارف سنے تو دل عش عش کر اُٹھا۔ کیونکہ تفاسیر میں اس کا عشر عشیر تو درکنار مفسرین تو اس کوچہ سے بالکل بیگانہ دیکھے۔ اس وقت میرے دل نے فیصلہ کیا کہ برہان جس کی تلاش میں تم حیران و سرگرداں مارے مارے پھر رہے تھے وہ گوہر مراد یہی ہے۔ جب رات کو لوٹ کر پھر نفس نے سر اٹھایا اور جوش دلایا کہ کل کا دن تو دیکھو۔ چنانچہ تیسری دفعہ پھر جب سوال و جواب شروع ہوئے اور میرے ترکش میں جس قدر تیر اصول معانی، منطق، فلسفہ صرف ونحو کے تھے استعمال کرنے شروع کئے تو حضرت صاحب نے نہایت محبت اور پیار اور سادگی سے فرمایا کہ مولوی صاحب تحقیق حق اور چیز ہے اور ہار جیت کا خیال اور چیز ہے۔ بس حضور کا یہ فرمانا تھا کہ پھر میرے نفس نے مجھے نہایت ملامت کی۔ اور میں نے اسی وقت حضور کی خدمت میں عرض کی کہ حضور میری بیعت لیں۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ مجھے ابھی بیعت لینے کا حکم نہیں"۔ (ماہنامہ انصار اللہ ربوہ اگست ۱۹۷۷ء)

مکرم مولوی مہرالدین صاحب کی روایت

حضرت مولانا برہان الدین صاحب جہلمی کے ایک شاگرد مولوی مہرالدین صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

"حضرت مولوی برہان الدین صاحب نے انہیں بتایا کہ براہین احمدیہ پڑھنے کے بعد ان کو خیال پیدا ہوا کہ یہ شخص آئندہ کچھ بننے والا ہے۔ اس لئے اسے دیکھنا چاہئے۔ .... حضرت مولوی صاحب نے ہوشیار پور کا رخ کیا اور بڑی کوشش کے بعد آپ کی رہائش گاہ کا پتہ لگایا۔ دروازہ پر جا کر دستک دی اور خادم کے ذریعہ اپنے نام اور مقصد سے متعلق اطلاع اندر بھجوائی۔ جب خادم اندر گیا تو اسی وقت حضرت مولوی صاحب کو فارسی میں الہام ہوا کہ جہاں آپ نے پہنچنا تھا پہنچ گئے ہیں۔ اب یہاں سے مت ہٹیں۔ .... اسی وقت حضور علیہ السلام کو عربی میں الہام ہوا جس کا مطلب یہ تھا کہ مہمان آئے تو اس کی مہمان نوازی کرنی چاہئیے۔ جس پر حضور نے خادم کو جلدی سے دروازہ کھول کر مہمان کو اندر لے آنے کا حکم دیا۔ جب حضرت مولوی صاحب اندر ملاقات کے لئے گئے تو حضور علیہ السلام بہت خندہ پیشانی سے ملے اور فرمایا مجھے یہ الہام ہوا ہے۔ حضرت مولوی صاحب نے عرض کیا کہ مجھے بھی الہام ہوا تھا کہ یہاں سے مت ہٹیں۔ جہاں پہنچنا تھا آپ پہنچ گئے ہیں"۔

(رجسٹر روایات نمبر ۳ صفحہ ۲۲۰ روایات حضرت مولانا برہان الدین صاحب جہلمی)

یہ تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سفر ہوشیار پور اور وہاں پر آپ کے شب و روز کی روداد۔ اس سفر میں خدا تعالیٰ کے فضل آپ پر بارش کی طرح نازل ہوئے اور پھر عظیم الشان پیشگوئی مصلح موعود سے آپ کو سرفراز کیا گیا۔

☆☆☆

کاش ہو جاؤں تیرے پاؤں کی دُھول

اس کو غم ہے تو یہ کہ کیوں میں نے
سچ کو سچ جان کر کیا ہے قبول
میں کہ ہوں ایک ذرّہ ناچیز
کتنا گمنام ۔ کس قدر مجہول
میری منزل ہے نقش پا تیرا
میرا مقصد تری رضا کا حصول
کاش مجھ کو یہ مرتبہ مل جائے
کاش ہو جاؤں تیرے پاؤں کی دھول
اپنا دیں ہے بس اس قدر پیارو
ایک اللہ اور ایک رسولؐ
اٹھ رہا ہے جو افترا کا دھواں
اڑ رہی ہے جو اختلاف کی دھول
ایک اک کر کے کاٹنے ہونگے
بو رہے ہو جو نفرتوں کے بُول
ہم جو خاموش ہیں سر مقتل
بزدلی پہ نہ اس کو کر محمول
کچھ تو واجب ہے پیار پہ بھی زکوٰۃ
کچھ تو لگتا ہے عشق پر محصول
گالیاں سن کہ دے رہے ہیں دعا
تم بھی مشغول ہم بھی ہیں مشغول
ہاتھ قاتل کا روک دے یا رب!
لفظ گھائل ہے اور صدا مقتول
مانگنے والے مانگ دیر نہ کر
منتظر ہے دعا کا بابِ قبول

(مکرم چوہدری محمد علی صاحب)

حضرت مصلح موعود کے متعلق بشارات

(مرسلہ:۔ مکرم خالد محمود شاہد صاحب)

''بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود میں حضرت مرزا محمود احمد صاحب نے جو کردار ادا کرنا تھا اس کی اہمیت کا اندازہ کچھ اس امر سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ خدا سے علم پا کر دنیا کو آپ کی ولادت کی خبر دینے میں حضرت مرزا صاحب منفرد نہیں بلکہ پیدائش کے تذکرے آپ سے قبل بھی دُور دُور تک تاریخ کے مختلف اوراق میں پھیلے پڑے ہیں۔ سب سے زیادہ قابلِ فخر اور سب سے اعلیٰ و اولیٰ اِن پیشگوئیوں میں وہ پیشگوئی ہے جو ہمارے آقا و مولیٰ، سب نبیوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اس بارہ میں فرمائی۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

يَنْزِلُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ إِلَى الْأَرْضِ يَتَزَوَّجُ وَيُوْلَدُلَهُ.

(مشکوٰۃ مجتبائی صفحہ ۴۸۰ باب نزول عیسیٰ علیہ السلام)

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں تشریف لائیں گے اور شادی کریں گے اور اُن کو اولاد دی جائے گی''۔

اس حدیث کی تشریح فرماتے ہوئے حضرت مرزا صاحب (مسیح موعود علیہ السلام) فرماتے ہیں............

(ترجمہ) ''آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر فرمایا کہ مسیح موعود شادی کریں گے اور اُن کے ہاں اولاد ہوگی۔ اس میں اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ایسا نیک بیٹا عطا کرے گا جو نیکی کے لحاظ سے اپنے باپ کے مشابہ ہوگا نہ کہ مخالف، اور وہ اللہ تعالیٰ کے معزز بندوں سے ہوگا''۔

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۷۸)

ایک اور مقام پر اسی پیشگوئی پر بحث کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

''یہ پیشگوئی کہ مسیح موعود کی اولاد ہوگی یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا اُسکی نسل سے ایک شخص کو پیدا کرے گا جو اس کا جانشین ہوگا اور دین اسلام کی حمایت کرے گا جیسا کہ میری بعض پیشگوئیوں میں خبر آچکی ہے''۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۱۲)

اس موعود فرزند کے متعلق حضرت سید الانبیاء ﷺ کی اس پیشگوئی کے علاوہ قدیم روحانی صحیفوں میں بھی خبر دی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد ثانی کی پیشگوئی کے تذکرہ میں یہود کی شریعت کی بنیادی کتاب ''طالمود'' میں رکھا ہے:۔

"یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ (یعنی مسیح) وفات پا جائے گا اور اس کی سلطنت اس کے بیٹے اور پوتے کو ملے گی۔ اس رائے کے ثبوت میں یسعاہ باب ۴۲ آیت ۴ کو پیش کیا جاتا ہے۔ جس میں کہا گیا ہے وہ ماندہ نہ ہوگا اور ہمت نہ ہارے گا جب تک کہ عدالت کو زمین پر قائم نہ کرے"۔

(طالمود۔ مرتبہ جوزف برکلے۔ باب پنجم مطبوعہ لندن ۱۸۷۸ء)

طالمود کی اس پیشگوئی کے بعد ہم زرتشت علیہ السلام (جو مسیح علیہ السلام سے ایک ہزار سال قبل ایران میں گزرے ہیں) کی بڑی واضح پیشگوئی درج کرتے ہیں۔ یہ پیشگوئی زرتشتی مذہب کے لئے صحیفہ دساتیر میں دینِ زرتشت کے مجدد ساسانِ اوّل نے تحریر کی ہے۔ اصل پیشگوئی پہلوی زبان میں ہے جس کو زرتشتی اصحاب نے فارسی زبان میں ڈھالا ہے..........

ترجمہ: پھر شریعت عربی پر ہزار سال گزر جائیں گے تو تفرقوں سے دین ایسا ہو جائے گا کہ اگر خود شارع (ﷺ) کے سامنے پیش کیا جائے تو وہ بھی اسے پہچان نہ سکے گا......اور ان کے اندر انشقاق اور اختلاف پیدا ہو جائے گا اور روز بروز اختلاف اور باہمی دشمنی میں بڑھتے چلے جائیں گے......جب ایسا ہوگا تو تمہیں خوشخبری ہو کہ اگر زمانہ میں ایک دن بھی باقی رہ جائے تو تیرے لوگوں سے (فارسی الاصل) ایک شخص کو کھڑا کروں گا جو تیری گمشدہ عزت و آبرو واپس لائے گا اور دوبارہ قائم کرے گا۔ میں پیغمبری و پیشوائی (نبوت و خلافت) تیری نسل سے نہیں اُٹھاؤں گا"۔

(سفر نگ دساتیر صفحہ ۱۹۰ ملفوظات حضرت زرتشت مطبوعہ ۱۲۸۰ھ مطبع سراجی دہلی)

پیشگوئی مندرجہ بالا ......میں یہ اشارہ ہے کہ آخری زمانہ کا موعود جب آئے گا تو اس کی اولاد میں سے کوئی اس کا جانشین ہوگا۔

حضرت شاہ نعمت اللہ صاحب ولی نے بھی اس آخری زمانے کے مامور کے بارہ میں پیشگوئی فرمائی ہے۔ آپ امۃ مسلمہ کے مشہور صاحب کشف والہام بزرگ تھے۔ آپ نے آخری زمانہ میں مسیح کی آمدِ ثانی کی پیشگوئی منظوم کلام میں فرمائی..........

ان اشعار میں حضرت مسیح موعود اور مہدی مسعود کے ظہور سے قبل کے انقلابات کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ پھر مسیح موعود کے زمانہ اور نام کی تعیین کی گئی ہے۔

ا ح م و دال مے خوانم!
نامِ آں نامدار مے بینم

پھر فرماتے ہیں:۔

دَورِ اُو چُوں شَوَد تمام بکام
پسرش یادگار مے بینم

یعنی جب اس کا زمانہ کامیابی کے ساتھ گزر جائے گا تو اُس کے نمونہ پر اس کا بیٹا یادگار رہ جائے گا"۔

(سوانح فضل عمر جلد اول صفحہ ۶۵ تا ۶۸)

☆☆☆

''اس صدی میں کیا ہوگا''

۹-نومبر ۱۹۸۰ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے اجتماع کے موقعہ پر پندرھویں صدی ہجری میں برپا ہونے والے روحانی انقلاب کے بارہ میں پرشوکت خطاب فرمایا۔ جس کا ایک حصہ افادہ قارئین کے لیے شائع کیا جارہا ہے۔

نوٹ: ۱۵ویں صدی ہجری اندازاً ۲۰۸۰ عیسوی تک اختتام پذیر ہوجائے گی۔

''میں اب بتاتا ہوں کہ کیا ہونے والا ہے اس پندرہویں صدی میں۔ اسلام کا دشمن بت پرست۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ وحدانیت کے علم تلے پناہ لے لے گا۔ میری روحانی نگاہ دیکھ رہی ہے کہ خود پجاری کے ہاتھ سے بتوں کو توڑ دیا جائے گا۔ اور وہ اور وہ اور وہ کروڑوں سینے جن میں شرک کی ظلمات بھری ہوئی ہیں۔ وہ شرک سے خالی ہو کر خدا اور محمدؐ کے نور سے بھر جائیں گے۔ ہتھیاروں کی ہمیں ضرورت نہیں نہ اسلام کو ضرورت ہے۔ اسلام اپنے نور کے ساتھ، اسلام اپنے حسن کے ساتھ، اسلام اپنی قوتِ احسان کے ساتھ ان دلوں کو جیتے گا خدا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے، انسانوں میں سے مردوں کی پرستش کرنے والے، قبروں پر سجدہ کرنے والے، قبروں پر جاتے تو رہیں گے مگر لینے کے لیے نہیں، دینے کے لیے جائیں گے۔ مانگنے کیلیے نہیں، ان کے لیے دعائیں کرنے کے لیے جائیں گے کہ اے خدا انہوں نے اپنی زندگیوں میں تیرے بندوں کی خدمت کی تھی تو ان پر رحم کر اور ان کے درجات کو بلند کر۔ اس یقین کے ساتھ وہاں جائیں گے کہ قبر والا ایک ذرہ بھر بھی ہماری خدمت نہیں کرسکتا۔ صرف ایک ہی دروازہ ہے ہمارے رب کریم کا جسے جب بھی کھٹکھٹایا جائے نعمتوں کے انبار انسان کو مل جاتے ہیں۔ سنبھالے نہیں جاسکتے۔ پیروں کی پرستش کرنے والوں اور انسانوں کو خدا بنانے والوں کا زمانہ پندرھویں صدی

میں ختم ہو جائے گا- انسان، انسان کی عظمت انسانی مساوات میں پائے گا- تثلیث نے جس شدت سے ہماری فضا کو تثلیث تثلیث کی صوتی لہروں سے معمور کیا تھا اس سے کہیں زیادہ شدت کے ساتھ اَحد اَحد کی آواز گونجنے لگے گی- ان آوازوں کو خاموش کرنے کے لیے تو ایک بلال کافی ہے- اور خدا تعالیٰ جماعت احمدیہ کو ہزاروں لاکھوں ایسے سینے دے گا جن سینوں میں بلال کے دل دھڑک رہے ہوں گے انشاء اللہ- طاقتور قوموں میں سے وہ قومیں بھی ہیں جو اس امید پر زندگی گزار رہی ہیں کہ اس دنیا سے خدا کے نام اور آسمانوں سے اس کے وجود کو مٹا دیں- خدا تعالیٰ پندرھویں صدی میں ایسی طاقتوں کی اس ذہنیت کو مٹا دے گا- اگر انہوں نے خود اپنے ہی ہاتھ سے اپنی موت کے سامان پیدا نہ کئے اور اپنی ہی آگ میں جل نہ گئے یا اگر ایسا ہوا تو جو بچ گئے انہیں اسلام کے خدا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معبود حقیقی کی طرف رجوع کرنا پڑے گا- امت مسلمہ میں چودھویں صدی میں تکفیر کا بازار گرم رہا یہ سب ختم ہو جائے گا- پندرھویں صدی اس کو ختم کر دے گی- میں تمہیں بتا رہا ہوں کہ یہی اللہ کا منشاء ہے- فرقہ وارانہ تفریق مٹا دی جائے گی اور اسلام کی ایک سچی اور کامل صورت جن لوگوں کے پاس ہے ان کے جھنڈے تلے تمام فرقے جمع ہو جائیں گے- اس وقت، اس وقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت اپنے مہدی کی روحانیت کو جو آپ کے قدموں سے چمٹی ہوگی اٹھائیں گے- اسے بوسہ دیں گے اور کہیں گے- تیرے سپرد جو کام کیا تھا وہ تو نے کامیابی سے کر دیا- تیرے درجات کو خدا بلند کرے- ایک خدا ہوگا ہمارا اور ایک رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں گے ہمارے، ایک شریعت ہوگی ہماری اور ایک قرآن- وہ عظیم کتاب کہ ہر نسل جو اپنے مسائل لے کے اس دنیا میں پیدا ہوگی ہر نسل کا استقبال قرآن کرے گا- کہے گا میں یہاں موجود ہوں تمہارے مسائل کو حل کرنے کے لیے- اس کی عظمت کو پہچاننے والے لاکھوں موجود ہوں گے- مایوس کوئی نہیں ہوگا- مسائل پیدا ہوں گے مگر حل کر دیئے جائیں گے- تکلیفیں اور پریشانیاں دنیوی زندگی کا جزو لاینفک ہیں مگر جلد انہیں دور کر دیا جائے گا- محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم اعلان قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُم ہے (الکہف: ۱۱۱) کوئی بڑا اور کوئی چھوٹا نہیں رہے گا- سارے ہی سارے ایک سطح پر محمد ﷺ کے

قدموں کے ساتھ چمٹے ہوئے ہوں گے۔ تکبر کا سر توڑ دیا جائے گا۔ عاجزی، انکساری اور باہمی اخوت و پیار اس کی جگہ لے لے گا۔ لڑائیاں جھگڑے عداوتیں اور رنجشیں دفن کر دی جائیں گی اور امت مسلمہ پھر سے ایک ایسی بنیان مرصوص بن جائے گی کہ اس پر شیطان کا ہر وار ناکام ہو جائے گا۔ صرف، صرف اور صرف ایک اُسوہ ہوں گے ہمارے لیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، صرف ایک مفسر اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا "مہدی ہمارا" علیہ السلام اور ساری دنیا امت واحدہ بن جائے گی جیسا کہ قرآن کریم نے وعدہ دیا ہے۔ قرآن کریم کی عظمت کو پہچانو! خدا کا کلام ہے یہ، جس کے ہاتھ میں ساری قدرتیں ہیں اس نے کہا ہے کہ ایسا ہوگا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پندرھویں صدی میں ایسا ہوگا اور آپ کے روحانی فرزند نے اس کی منادی کی کہ نوعِ انسانی پندرہویں صدی میں امت واحدہ بن جائے گی۔ مگر مگر اس کے لیے مجھے اور آپ کو خدا کے حضور قربانیاں پیش کرنی پڑیں گی۔ آؤ آج یہ عہد کرتے ہیں کہ وہ تمام بشارتیں جن کا تعلق پندرہویں صدی کے ساتھ ہے (اور وہ عظیم بشارتیں ہیں) ان کو حاصل کرنے کے لیے خدا تعالیٰ جس قربانی کا بھی مطالبہ کرے گا ہم اس کے حضور پیش کر دیں گے۔ ہم ہم محمدؐ کے فرزند محمدؑ کی امت ہیں ہم موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح یہ نہیں کہیں گے کہ جا! تو اور تیرا خدا جا کے لڑو۔ ہر قربانی جو مانگی جائے گی، جان کی قربانی، مال کی قربانی، اوقات کی قربانی، صحت کی قربانی۔ جس قسم کی بھی قربانی ہمارا خدا ہمارا پیارا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم سے مانگیں گے ہم پیش کر دیں گے۔ زندہ خدا سے زندہ تعلق۔ محمدؐ کے روحانی فیوض، محمدؐ کا محبوب ہمارا مہدی۔ چودہویں صدی نے تو ہمیں دنیا جہان کے خزانے دے دیئے پندرہویں صدی میں دنیا جہان کے ان خزانوں کو دنیا میں لٹا کر ہم نے دنیا کو فتح کرنا ہے تاکہ کوئی ہمیں کنجوس نہ کہے کہ خزانے ملے تھے اور ہم نے بانٹ کے نہیں کھائے۔ ہم سارے انسانوں کے گھروں تک ان کے دلوں تک ان کے ذہنوں تک رحمتوں کے برکتوں کے فضلوں کے خدا کی رضا کے وہ خزانے پہنچائیں گے۔ یہ ہمارا عزم ہے آج۔ اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے پورا کرنے کی ہمیں توفیق عطا کرے۔ آمین"

☆☆☆

حضور انور کی ایک خواہش

"مجھے یہ دیکھ کر تکلیف پہنچتی ہے کہ ہم ابھی تک نماز کے سلسلہ میں اپنی آئندہ نسلوں کی ذمہ داری ادا نہیں کر سکے...... یہی وہ امر ہے جو پہلی صدی کے آخر پر میرے لئے سب سے زیادہ فکر کا موجب بن رہا ہے۔ جماعت احمدیہ کے قیام کا مقصد پورا نہیں ہو سکتا۔ اگر جماعت اگلی صدی میں اس حال میں داخل ہو کہ ہماری اگلی نسلیں نماز سے غافل ہوں......

جب تک آئندہ نسلیں نمازی نہ بن جائیں جماعت کے مستقبل کی کوئی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔ اس لئے میں ہر بالغ مرد و عورت احمدی سے بڑے عجز کے ساتھ یہ استدعا کرتا ہوں کہ نمازوں کی حالت کا جائزہ لیں۔ مجھے ڈر ہے کہ جو جواب ابھریں گے وہ دلوں کو بے چین کر دینے والے ہوں گے۔ کیونکہ جس حالت میں ہم آج اپنے بچوں کو پاتے ہیں یہ ہرگز اطمینان بخش نہیں...... یہ مضمون ایسا ہے کہ میں کبھی اس مضمون کو بیان کرتے ہوئے تھک نہیں سکتا اس معاملہ میں میرے دل میں درد اور غم کی ایک ایسی آگ لگی ہوئی ہے کہ آپ میں سے بہت سے اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ہرگز میں اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے والا نہیں ہوں گا۔ جب تک اگلی صدی میں داخل ہونے سے پہلے مجھے یہ چین نصیب نہ ہو جائے کہ جماعت نماز کے معاملہ میں آج سے سینکڑوں گنا زیادہ بیدار ہو چکی ہے"

(خطبہ جمعہ ۲۲ جولائی ۱۹۸۸ء)

حضرت مصلح موعود کی خدمتِ قرآن

(مکرم شکیل احمد ناصر۔ ربوہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے بنیادی مقاصد میں سے ایک اہم مقصد قرآن مجید کے حسن و جمال کو دنیا پر ظاہر کرنا بھی تھا۔ آپ نے اپنی ساری زندگی قرآن مجید کے علوم دنیا کو بتانے میں گزار دی۔ آپ کی کتابوں کا مطالعہ کریں خواہ ملفوظات کا، ہر بات کی بنیاد خدا تعالیٰ کے کلام پر ہی نظر آتی ہے۔ اور اسی طرح آپ کے جلیل القدر فرزند حضرت مصلح موعود کی بھی ساری عمر خدمتِ قرآن میں گذری۔ آپ کی خدمات کا دائرہ اِس قدر وسیع ہے کہ ان کا احاطہ بلاشبہ بڑی بڑی ضخیم کتب کا متقاضی ہے ذیل کے مضمون میں آپ کی خدمات کی ہلکی سی جھلک احباب کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے۔

درسِ قرآن

قرآن مجید کی عظمت و شان اور اس کی تفسیر و مطالب کو عام کرنے کی جو دھن آپ کو لگی ہوئی تھی وہ آپ کی زندگی کے ہر ہر لمحہ سے عیاں ہوتی ہے، اور آپ کی سوانح کا ہر ورق اس پر شاہد ہے۔ آپ نے ۱۹۱۰ء ہی سے قرآن مجید کا درس دینا شروع کر دیا تھا اور سب سے پہلے جس چیز نے لوگوں کی توجہ آپ کی طرف کھینچی وہ آپ کا پر معارف درس قرآن ہی تھا۔

آپ نے نہ صرف درس قرآن کے سلسلہ کو خود شروع کیا بلکہ خلافت کے بعد آپ نے تاکیداً جماعت کو نصیحت کی کہ ہر جگہ درس قرآن کا انتظام کیا جائے۔

چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"نوجوانوں کے لئے بھی درس کا باقاعدہ انتظام ہونا چاہئے کیونکہ ان کے سامنے لوگ نئے نئے اعتراض کرتے رہتے ہیں اور دوسرے دوستوں کے لئے بھی (بیوت) اور محلوں میں درس کا انتظام ہونا چاہیے۔ علیحدہ طور پر پڑھنے میں یہ نقص ہے کہ بعض لوگوں میں استقلال نہیں ہوتا اور وہ باقاعدہ نہیں پڑھ سکتے۔ درس سے وہ بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں"۔

(الفضل یکم فروری ۱۹۳۴ء)

قرآن مجید کا خاص درس

آپ ابتداء ہی سے مردوں اور عورتوں میں عمومی درس دیا کرتے تھے مگر ۱۹۲۸ء میں آپ نے ایک خاص درس کا اہتمام فرمایا اس کے لئے اخبار الفضل میں بار بار اعلان کیا گیا۔ درس میں شمولیت اختیار کرنے والوں کی قبل از وقت فہرستیں تیار کی گئیں۔ روزانہ درس سے قبل گذشتہ دن کے درس کے متعلق حضور خود جائزہ لیتے۔ یہ درس ۱۸ اگست ۱۹۲۸ء سے شروع ہو کر ۷ ستمبر ۱۹۲۸ء تک جاری رہا۔ اور روزانہ حضور

2.30 سے 5 بجے تک اور 6 سے 7 بجے تک درس دیتے۔ درس کے اختتام پر حضور نے احباب کی پر تکلف دعوت کی اور خصوصی دعا کے ساتھ اس درس کا اختتام ہوا۔

فضائل القرآن

۱۹۳۸ء کے جلسہ سالانہ پر حضور نے فضائل قرآن مجید کے عنوان پر ایک بلند پایہ علمی سلسلہ تقاریر شروع کیا۔ اپنی ان چھ تقریروں میں حضور نے قرآن شریف کے انوار و محاسن مختلف پہلوؤں سے اس انداز سے بیان فرمائے کہ اس کی مثال کم ہی کہیں مل سکتی ہے۔ ان تقاریر سے جہاں ایک طرف حضور کے بیان فرمودہ حقائق و معارف کا علم حاصل ہوتا ہے۔ وہاں ایک بہت بڑا فائدہ یہ بھی ہوا کہ جماعت میں قرآن مجید سے محبت اور قرآنی علوم کے حصول کے لئے رغبت پیدا ہوئی۔ گویا ان تقاریر سے آپ نے خدمتِ قرآن کا ایک بیج بویا جو بعد میں آپ کی کامیاب خلافت کے لمبے عرصے میں بڑھتا پھلتا اور پھولتا گیا۔ اور یہ تمام تقاریر اب کتابی شکل میں ''فضائل القرآن'' کے نام سے شائع شدہ موجود ہیں۔

دیباچہ تفسیر القرآن

اس کتاب میں آپ نے مختلف مشہور مذاہب کی تعلیم کا باہم موازنہ، مذہبی کتب کی حفاظت اور مقابلۃً قرآن مجید کی عظمت و شان اور آنحضرت ﷺ کے دعویٰ کی صداقت مختلف پہلوؤں سے ثابت کی ہے۔ اس عظیم کتاب میں مذکور بالا مضامین کے علاوہ جمع قرآن، حفاظتِ قرآن، ترتیب قرآن، قرآن مجید کی پیشگوئیاں، معجزات، اسلامی عبادات کی فضیلت، قرآنی اخلاق اور ان کی عظمت و فضیلت، پیدائش عالم اور پیدائشِ روح کے متعلق قرآنی تعلیم اور حیات بعد الموت جیسے اہم مضامین بڑے فصیح و بلیغ انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔ اور مخالفین کے اعتراضات کا مکمل اور تسلی بخش جواب دیا گیا ہے۔

تفسیر کبیر

حضرت مصلح موعود کی تمام تصانیف کلام اللہ کا مرتبہ اور قرآن مجید کی عظمت و شان ظاہر کرتی ہیں۔ تاہم تفسیر کبیر ان کتب میں اور قرآن مجید کی دیگر بے شمار تفاسیر میں ایک نمایاں اور اعلیٰ مقام رکھتی ہے۔

تفسیر کبیر کی بعض نمایاں خوبیاں

اس مختصر سے مضمون میں اس قدر گنجائش تو نہیں کہ تفسیر کبیر کی خوبیاں تمام تر تفصیلات سے بیان کی جاسکیں البتہ تفسیر کبیر کی بعض نمایاں خصوصیات حضرت اقدس کے اپنے الفاظ میں پیش خدمت ہیں۔

حضور فرماتے ہیں:۔

''میرے نزدیک اِن نوٹوں کی یہی خوبی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر فضل فرما کر موجودہ زمانہ کی ضرورتوں کے متعلق بہت کچھ انکشاف فرمایا ہے۔ مگر ہر زمانے کی ضرورت الگ ہوتی ہے اور ہر زمانہ کی ضرورت کے مطابق قرآن کریم میں علوم موجود ہیں جو اپنے موقع پر کھولے جاتے ہیں۔ پہلے مفسرین نے اپنے زمانہ کی ضرورتوں کے مطابق بہت بڑی

خدمت قرآنِ مجید کی کی ہے۔ اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اگر وہ دو غلطیاں نہ کرتے تو ان کی تفاسیر دائمی خوبیاں رکھتیں۔

(۱) منافقوں کی باتوں کو جو انہوں نے مسلمانوں میں مل کر شائع کیں۔ ان تفاسیر میں جگہ دے دی گئی ہے اور اس وجہ سے بعض مضامین اسلام اور آنحضرت ﷺ کی ذات کے لئے ہتک کا موجب ہوگئے۔

(۲) انہوں نے یہودی کتب پر بہت کچھ اعتبار کیا۔ اور اُن میں سے بھی مصدقہ بائبل پر نہیں بلکہ یہود کی روایات پر اور اس طرح دشمنوں کو اعتراض کا موقع دے دیا ہے اگر رسول کریم ﷺ کا فرمان کہ لَا تُصَدِّقُوْهُمْ وَلَا تُكَذِّبُوْهُمْ ان کے ذہن میں رہتا تو یہ مشکل پیش نہ آتی۔ بہر حال ان دو غلطیوں کو چھوڑ کر جو محنت اور خدمت ان لوگوں نے کی ہے اللہ تعالیٰ ہی ان کی جزا ہو سکتا ہے"۔

(سوانح فضل عمر جلد ۳ صفحہ ۱۵۶)

اس تفسیر کی ایک خوبی یہ ہے کہ اس میں آیات اور سُور کے باہم تعلق و ترتیب کے حسن کو نمایاں کیا گیا ہے۔ حضور فرماتے ہیں:۔

"پس میں چونکہ ہمیشہ ترتیب آیات اور ترتیب سُور کو ملحوظ رکھ کر تفسیر کیا کرتا ہوں اس لئے اگر کوئی شخص میری ترتیب کو سمجھ لے تو گو میں نے کسی آیت کی کہیں تفسیر کی ہوگی اور کسی آیت کی کہیں درمیانی آیات کا حل کرنا اس کے لئے بالکل آسان ہوگا۔ کیونکہ ترتیب مضمون اسے کسی اور طرف جانے ہی نہیں دے گی"۔ (تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۴۵ء)

اس کے علاوہ اس تفسیر کی نہایت اہم خوبی ایسی پیشگوئیوں کی نہایت لطیف تفسیر بھی ہے جو ہمارے زمانہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ انہیں بیان کرنے میں یہ تفسیر بے نظیر ہے۔

تفسیر کبیر کے سلسلہ میں حضور کی غیر معمولی محنت

تفسیر کا کام حضور کی سالوں کی محنت شاقہ اور اللہ کی تائید کے نتیجہ میں ممکن ہوا۔ باوجود علالت طبع کے حضور اکثر رات کے تین چار بجے تک کام کرتے بلکہ بعض اوقات فجر کی نماز تک کام کرتے رہتے۔ آپ نے نہ صرف اس تفسیر کی تیاری میں اپنی علمی و ذہنی صلاحیتیں پوری طرح فی سبیل اللہ صرف کیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اس کی چھپوائی کے لئے گراں قدر مالی امداد بھی فرمائی۔

تفسیر صغیر

تفسیر کبیر کا عظیم الشان کام جاری تھا اور دنیا اِس سے بصد شوق استفادہ کر رہی تھی مگر حضور کی غیر معمولی مصروفیات اور ذمہ داریاں اس کام کے تسلسل میں روک بنتی تھیں۔ ان امور کو دیکھتے ہوئے حضور نے مناسب خیال فرمایا کہ قرآن مجید کے با محاورہ سلیس اردو ترجمہ کا کام جلد مکمل کر دیا جائے۔ حضور کے عزم و ہمت کی یہ ایک عجیب شان ہے کہ جب عمر اور صحت کے لحاظ سے ڈاکٹر آپ کو بجا طور پر آرام کرنے اور کام کم کرنے کا مشورہ دے رہے تھے اور بعض حاسد

طبع لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ آپ اپنی بیماری اور کمزوری کی وجہ سے کوئی قابلِ ذکر کام کرنے کے اہل نہیں رہے آپ نے بنی نوع انسان تک قرآن مجید کا صحیح ترجمہ پہنچانے کے لئے انتہائی مشکل مگر ضروری کام کا بیڑا اٹھایا۔ اور اس طرح قرآن مجید کے ہر طالب و شیدائی کے لئے تفسیر صغیر جیسی نعمت غیر مترقبہ مہیا فرما دی۔

تفسیر صغیر سے پہلے عام مروج اردو ترجموں نے اپنے وقت میں بہت اچھا کام کیا۔ یہ ان مشاہیر کی بہت بڑی خدمت تھی جو انہوں نے قرآنی معارف کو عام کرنے کے لئے بڑے پیار اور خلوص سے سرانجام دی۔ مگر زمانے کے تقاضے، غیر مسلموں کے اعتراضات اور اردو زبان کی ترویج و ترقی سے یہ ضروری ہو گیا تھا کہ عام فہم زبان میں قرآنی الفاظ کے ساتھ قرآنی روح و فلسفہ سے مطابقت رکھتا ہوا سلیس ترجمہ کیا جائے۔ جسے پڑھ کر عام عقل و فہم کا قاری قرآن مجید کے مفہوم کو سمجھنے اور غیر مسلموں کے اعتراضات کا جواب دینے کے قابل ہو سکے۔

تفسیر صغیر کی بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ عربی زبان کی باریکیوں اور قواعد کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس قسم کا ترجمہ کیا گیا ہے کہ اس سے قرآن مجید کا وہ حسن نظر آنے لگتا ہے جو بڑی بڑی تفسیروں کے مطالعہ سے ہی نظر آ سکتا ہے۔ مزید کمال یہ ہے کہ لفظوں کے صحیح انتخاب سے ترجمہ اس طرح مربوط اور مسلسل ہو گیا ہے کہ اس کے سمجھنے میں دقت نہیں ہوتی۔

اِس ترجمہ کی یہ خوبی بھی اپنی جگہ بے مثال ہے کہ کم فہم غیر مسلم معترض نے جہاں جہاں اس لَا رَیْبَ فِیْہِ کتاب پر ریب و شک کی گرد ڈالنے کی کوشش کی ہے وہاں صحیح ترجمہ کے ذریعہ اس شک کی بنیاد ہی ختم کر دی گئی ہے۔

انگریزی ترجمہ قرآنِ مجید

کلام اللہ کے مرتبہ کو ظاہر کرنے اور اشاعت و خدمت قرآن مجید کی جو سعادت حضرت مصلح موعود کو قرآن مجید کے درسوں اور جلسہ سالانہ کی تقاریر و خطبات جمعہ کے ذریعہ حاصل ہو رہی تھی اس کی افادیت کے دائرہ کو وسیع کرنے اور غیر مسلم دنیا کو قرآنی حسن و خوبی سے آشنا کرنے کے لئے قرآن مجید کے انگریزی ترجمہ کی ضرورت شدت سے محسوس ہو رہی تھی۔ حضور نے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے اور حضرت مولوی شیر علی صاحب کو اپنی نگرانی میں اس اہم خدمت کی سرانجام دہی کے لئے مقرر فرمایا۔ حضرت مولوی شیر علی نے بڑی محنت و عرق ریزی سے حضور کے نوٹوں سے قرآن مجید کے انگریزی ترجمہ کا کام کیا۔

اس ترجمہ سے نومسلموں کی تربیت اور غیر مسلموں میں تبلیغ قرآن کے کام کو بہت ترقی حاصل ہوئی۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے ترجمہ کی صحت اور زبان کی عمدگی اپنوں اور غیروں کے نزدیک مسلمہ ہے۔

مندرجہ بالا مخصوص کتبِ تفسیر کے علاوہ آپ کے کم و بیش دو ہزار خطبات جمعہ۔ جلسہ سالانہ اور عیدین کی تقاریر و خطبات کے علاوہ خدام، انصار، اطفال اور لجنات اور مجلس تشحیذ الاذہان اسی طرح مدرسہ احمدیہ، جامعہ احمدیہ، جامعۃ المبشرین، مجلس ارشاد، نیشنل کور، انجمن ترقیٔ اسلام، انجمن اشاعتِ اسلام، کشمیر کمیٹی وغیرہ کی مختلف تقاریب اور جلسوں

میں حضور کے ہزاروں پر معارف تقاریر و مضامین قرآن مجید کی تفسیر پر ہی مشتمل ہیں۔

کیونکہ حضور کا یہ طریق تھا کہ آپ بالعموم قرآن مجید کے کسی مقام کی نہایت احسن انداز میں تلاوت فرماتے اور پھر اس کی دلوں کو گرما دینے والی پر معارف تشریح و تفسیر بیان فرماتے اور بعض مواقع پر آپ کی تقریر میں قرآنی تلاوت کے بغیر بھی قرآن مجید کے کسی مقام کی ایسی واضح تشریح ہوتی کہ سننے والے کا ذہن خود بخود اس مقام کی طرف جاتا اور وہ علوم و معارف کے ایک نئے عالم سے متعارف ہو جاتا۔

ان ہزاروں تقاریر و خطبات کے علاوہ آپ کی تمام مستقل تصانیف بھی قرآنی انوار کی ایسی بارش کی طرح ہیں جو ضرورت کے وقت نازل ہو کر ہر گوشہ زمین کو سیراب کر دیتی ہے۔

حضور کے ذریعہ اکناف عالم میں جو تبلیغی و تعلیمی مشن قائم ہوئے وہ قرآنی تعلیم کے ایسے مراکز ہیں جہاں حضور کے شاگرد ان علوم و معارف کے سکھانے میں دیوانہ وار مصروف و مشغول ہیں۔ جو انہوں نے حضور سے سیکھے تھے۔ حضور کا یہ فیض کسی خاص علاقہ تک محدود نہیں بلکہ زمین کے کناروں تک پھیل گیا ہے اور اور قومیں اس سے برکت حاصل کرتی ہیں اور آئندہ بھی کرتی رہیں گی۔ انشاءاللہ

حضور خدا تعالیٰ کے اس خاص فضل کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"میں وہ تھا جسے احمق اور نادان قرار دیا جاتا تھا۔ مگر عہدہ خلافت سنبھالنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھ پر قرآنی علوم اتنی کثرت کے ساتھ کھولے کہ اب قیامت تک امتِ مسلمہ اس بات پر مجبور ہے کہ میری کتابوں کو پڑھے اور ان سے فائدہ اٹھائے۔ وہ کونسا اسلامی مسئلہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ اپنی تمام تفاصیل کے ساتھ نہیں کھولا۔ مسئلہ نبوت' مسئلہ کفر' مسئلہ خلافت' مسئلہ تقدیر' قرآنی ضروری امور کا انکشاف' اسلامی اقتصادیات' اسلامی سیاسیات اور اسلامی معاشرت وغیرہ پر تیرہ سو سال سے کوئی وسیع مضمون موجود نہیں تھا۔ مجھے خدا نے اس خدمت دین کی توفیق دی اور اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ سے ہی ان مضامین کے متعلق قرآن کے معارف کھولے جن کو آج دوست دشمن سب نقل کر رہے ہیں۔ مجھے کوئی لاکھ گالیاں دے۔ مجھے لاکھ برا کہے جو شخص اسلام کی تعلیم کو دنیا میں پھیلانے لگے گا اسے میرا خوشہ چین ہونا پڑے گا۔ اور وہ میرے احسان سے کبھی باہر نہیں جا سکے گا...... ان کی اولادیں جب بھی خدمت دین کا ارادہ کریں گی وہ اس بات پر مجبور ہونگی کہ وہ میری کتابوں کو پڑھیں اور ان سے فائدہ اُٹھائیں۔ بلکہ میں بغیر فخر کے کہہ سکتا ہوں کہ اس بارہ میں سب خلفاء سے زیادہ مواد میرے ذریعہ سے جمع ہوا ہے۔ اور ہو رہا ہے۔ پس مجھے یہ لوگ خواہ کچھ کہیں خواہ کتنی بھی گالیاں دیں ان کے دامن میں اگر قرآن کے علوم پڑیں گے تو میرے ذریعہ ہی"۔

(خلافت راشدہ صفحہ ۲۵۴ تا ۲۵۶)

☆☆☆

(نمبر 1)

مقابلہ معلومات

۱۔ حضرت عثمان غنیؓ قریش کے کس قبیلے سے تعلق رکھتے تھے؟

۲۔ اخبار الفضل کے پہلے ایڈیٹر کون تھے؟

۳۔ سکندر اعظم کس سلطنت کا بادشاہ تھا؟

۴۔ مونا لیزا کیا ہے؟۔لڑکی۔تصویر۔کہانی؟

۵۔ نپولین بونا پارٹ کس ملک کا سربراہ تھا؟

۶۔ ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' کا انگریزی ترجمہ کس نے کیا؟

۷۔ ''شیکسپیئر'' کے کل کتنے ڈرامے ہیں؟

۸۔ پہلی دفعہ جہاز جنگی مقاصد کیلئے کس جنگ میں استعمال کیا گیا؟

۹۔ تاج محل کس ملک میں ہے؟

۱۰۔ یہ شعر کس کا ہے۔اسے مکمل کریں۔

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی

☆ جوابات 28 فروری 2001ء تک ایوانِ محمود ربوہ کے پتہ پر بھجوا دیں۔درست جواب بھیجنے والے پہلے پانچ احباب کو انعام دیا جائے گا۔

☆ سال 2001ء کے تمام مقابلہ جات میں سب سے زیادہ انعام پانے والے خادم کو ایک بہترین تحفہ ادارہ کی طرف سے بھیجا جائے گا۔

حضرت مصلح موعود کا منظوم کلام

(مکرم میر انجم پرویز صاحب۔ڈیریانوالہ)

حضرت مصلح موعود کا عارفانہ منظوم کلام آپ کی پاکیزہ سیرت کا آئینہ دار ہے، جس میں کلام اللہ کی تشریح اور آپ کے عشقِ الٰہی و عشقِ رسول کی شان اپنی پوری آن بان کے ساتھ درخشاں و تاباں ہے۔ آپ اپنے کلام کے بارے میں وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"درحقیقت اگر دیکھا جائے، تو میرے اشعار میں سے ایک کافی حصہ بلکہ مَیں سمجھتا ہوں کہ ایک چوتھائی یا ایک ثلث حصہ ایسا نکلے گا، جو درحقیقت قرآن شریف کی آیتوں کی تفسیر ہے، یا حدیثوں کی تفسیر ہے، لیکن ان میں بھی لفظ پھر مختصر ہی استعمال ہوئے ہیں، ورنہ شعر نہیں بنتا۔ شعر کے چند لفظوں میں ایک بڑے مضمون کو بیان کرنا آسان نہیں ہوتا۔ اسی طرح کئی تصوف کی باتیں ہیں، جن کو ایک چھوٹے نکتہ میں حل کیا گیا ہے"۔ (تاریخِ احمدیت جلد پنجم صفحہ ۵۷)

شعروسخن کے بارے میں آپ کا مسلک

شعروسخن کے باب میں آپ کا مسلک کیا رہا ہے، اس پر آپ خود ہی روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"مَیں کسی نظم کو شاعری کے شوق میں نہیں کہتا، بلکہ جب تک ایک خاص جوش پیدا نہ ہو، نظم کہنا مکروہ سمجھتا ہوں۔ اس لئے دردِ دل سے نکلا ہوا کلام سمجھنا چاہئے۔ بعض نظم نامکمل صورت میں پیش کرنے سے میرا مقصد یہ ہے تاکہ لوگ دیکھیں کہ شاعری کو بطور پیشہ نہیں اختیار کیا گیا، بلکہ جب کبھی قلب پر کیفیت ظاہر ہوتی ہے، تو اس کا اظہار کر دیا جاتا ہے اور پھر یہ خیال نہیں ہوتا کہ اس کو مکمل بھی کیا جاوے۔ چونکہ مَیں تکلّف سے شعر نہیں کہتا۔ ٹوٹے ہوئے دل کی صدا ہے۔ پڑھو اور غور کرو۔ خدا کرے یہ درد بھرے کلمات کسی سعید روح کیلئے مفید و بابرکت ہوں"۔

(تاریخِ احمدیت جلد چہارم صفحہ ۴۷۳)

حضرت مصلح موعود کی طبیعت میں شاعری کا ایک فطری رجحان پایا جاتا تھا اور یہ بات آپ کی طبع موزوں میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ودیعت تھی۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"میرے نزدیک شعر اس لئے کہنا کہ لوگ پسند کریں اور داد دیں درست نہیں۔ مَیں بھی شعر کہتا ہوں، لیکن جب میں شعر کہتا ہوں، تو نہیں معلوم ہوتا کہ کیا لکھ رہا ہوں۔ جب قلم ایک جگہ جا کر رُک جاتا ہے، تو پھر خواہ کتنا ہی زور لگاؤں آگے شعر نہیں کہا جا سکتا......

وہ شعر جس کو انسان تلاش کر کے لاتا ہے وہ

ناپسند ہے، مگر جب طبیعت میں جوش ہو اور بغیر غوض اور غور کے مضامین جاری ہوں، تو ایک قسم کا القاء اور الہام ہوتے ہیں"۔ (تاریخ احمدیت جلد پنجم صفحہ ۵۷)

اسی طرح ایک اور موقعہ پر آپ اپنے اسی فطری رجحان اور شاعری سے دلی اُنس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"نظمیں عام طور پر پڑھی جاتی ہیں۔ مَیں بھی نظم کو پسند کرتا ہوں اور خود شاعر ہوں، مگر اب نہ صرف کوئی شعر کہتا ہی نہیں، بلکہ کہہ ہی نہیں سکتا۔ پہلے تو یہ حالت تھی کہ ایک دفعہ عصر سے لے کر مغرب تک سو (۱۰۰) شعر کہہ لئے تھے، لیکن اب اگر کبھی ایک مصرعہ منہ سے نکل جاتا ہے، تو دوسرا بننا مشکل ہو جاتا ہے، جس سے مَیں نے سمجھ لیا ہے کہ اس طرف سے میری طبیعت ہٹ گئی ہے، لیکن اس سے پسندیدگی کے مادہ میں کوئی کمی نہیں ہوئی، تو مَیں خود شاعر ہوں یا شاعر تھا، شعروں کو پسند کرتا ہوں"۔

(الفضل۔۱۳ جون ۱۹۱۹ء)

شعر گوئی ــــ قوم کی زندگی کی علامت

ایک موقعہ پر اپنی جماعت کے لوگوں کو شعر گوئی کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا:۔

"مجھے رویا میں بتایا گیا ہے کہ قوم کی زندگی کی علامتوں میں سے ایک علامت شعر گوئی بھی ہے اور مَیں اپنی جماعت کے لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ تم شعر کہا کرو۔ یہی وجہ ہے کہ جلسہ سالانہ پر نظمیں پڑھنے کے لئے بھی وقت رکھا جاتا ہے، تو مَیں نظم کو پسند کرتا ہوں۔ شعر کہتا رہا ہوں اور رؤیا میں مجھے بتایا گیا ہے کہ اپنی جماعت کے لوگوں کو شعر کہنے کی تحریک کروں"۔ (الفضل ۱۳ جون ۱۹۱۹ء)

مولانا الطاف حسین حالی کو خط اور اسکا جواب

حضرت مصلح موعود نے جب شعر کہنے شروع کئے تو آپ نے مولانا الطاف حسین حالؔی کو خط لکھا کہ میں شاعری میں آپ سے اصلاح لینا چاہتا ہوں۔ اگر آپ منظور فرمائیں، تو آپ کو اپنا کلام اصلاح کے لئے بھیج دیا کروں۔ کچھ دنوں کے بعد مولانا صاحب کا جواب آیا کہ۔

"میاں صاحبزادے! یہ عمر تحصیلِ علم کی ہے۔ پس دل لگا کر علم حاصل کرو۔ جب بڑے ہو گے اور تحصیلِ علم کر چکو گے اور فراغت بھی میسر ہو گی۔ اس وقت شاعری بھی کر لینا"۔

(تاریخ احمدیت جلد نمبر ۵ صفحہ ۵۹)

۱۹۲۸ء کے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر مولانا الطاف حسین حالؔی کے فرزندِ اصغر جناب خواجہ سجاد حسین صاحب قادیان آئے اور حضرت مصلح موعود سے ملاقات کی، تو حضور نے اِس واقعہ کا ذکر کر کے فرمایا:۔

"خواجہ صاحب! جب مَیں نے یہ خط آپ کے والد صاحب کو لکھا تھا اُس وقت میں بچہ تھا اور اب میری عمر بڑھاپے کے قریب پہنچ گئی ہے، مگر آج بھی

جب کبھی مجھے آپ کے والد صاحب کی قابلِ قدر نصیحت یاد آتی ہے، تو میں محسوس کرتا ہوں کہ مولانا حالیؔ نے مجھے بہت ہی عمدہ اور نہایت ہی نیک مشورہ دیا تھا اور مجھے ہمیشہ اس نصیحت میں مولوی صاحب کا خلوص جھلکتا ہوا نظر آتا ہے اور بے اختیار ان کی نیکی اور شرافت کی تعریف کرنے کو دل چاہتا ہے"۔

(تذکرہ حالیؔ جلد اوّل صفحہ ۱۹۰ مؤلفہ شیخ محمد اسماعیل پانی پتی صاحب بحوالہ الفضل ۳۱ مارچ ۱۹۹۷ء)

جلال لکھنوی سے اصلاحِ سخن

اُس دور کے بکثرت اساتذہ میں سے تین حضرات بہت بلند اور عالمگیر شہرت رکھنے والے تھے یعنی منشی امیر احمد صاحب امیر مینائی لکھنوی (امیر مینائی)، فصیح الملک نواب مرزا خان صاحب داغؔ دہلوی اور جناب سید ضامن علی صاحب جلالؔ لکھنوی۔ چنانچہ معلوم ہوتا ہے کہ مولانا حالیؔ کے اِس پر نصیحت جواب کے بعد آپ نے فی الوقت شاعری میں اصلاح کا ارادہ ترک کر دیا، مگر کچھ عرصہ بعد اللہ تعالیٰ کی منشاء کے تحت کچھ عرصہ آپ نے اصلاح بھی لی، مگر باقاعدہ شاگردی اختیار نہ کی۔ یہ سعادت اُس وقت کے بلند پایہ شاعر جناب جلال لکھنوی کے حصے میں آئی۔ چنانچہ ۱۹۴۸ء میں آپ نے اس واقعہ کے متعلق فرمایا:۔

"بچپن میں جب مَیں نے شعر کہنے شروع کئے، تو مجھے نامور اور قابل استاد کی تلاش ہوئی، جس سے میں اصلاح لوں۔ چنانچہ اس غرض کے لئے مَیں نے جلال لکھنوی کا انتخاب کیا اور خط و کتابت کے ذریعہ مَیں اُن سے اصلاح لیتا رہا"۔

(تاریخ احمدیت جلد پنجم صفحہ ۵۹ حاشیہ)

جلال لکھنوی کا انتقال ۱۹۰۹ء میں ہوا۔ کچھ کہا نہیں جاسکتا کہ اصلاحِ سُخن کا یہ سلسلہ اُن کی وفات تک جاری رہا یا اس سے پیشتر ہی کسی وقت ختم ہو گیا۔

تخلّص ___ شادؔ

حضرت مصلح موعود نے ۱۹۰۳ء میں شعر و سخن کی دنیا میں باقاعدہ قدم مبارک رکھا، تو آپ شادؔ تخلّص فرماتے تھے۔ چنانچہ آپ کی پہلی مطبوعہ نظم کے چند اشعار پیشِ خدمت ہیں۔

اپنے کرم سے بخش دے میرے خدا مجھے
بیمارِ عشق ہوں ترا دے تو شفا مجھے
ڈوبا ہوں بحرِ عشقِ الٰہی میں شادؔ مَیں
کیا دے گا خاک فائدہ آبِ بقا مجھے

آپ کا عارفانہ منظوم کلام پہلی مرتبہ حضرت قاضی ظہور الدین اکملؔ صاحب نے مئی ۱۹۱۳ء میں شائع فرمایا۔

کلام محمود

حضرت مصلح موعود کے پاکیزہ منظوم کلام میں جو پہلو سب سے نمایاں نظر آتے ہیں ان میں عشق الٰہی، عشق رسولؐ، عشق قرآن، عشق مسیح موعودؑ، غیرتِ دینی اور قوم کا درد وغیرہ شامل ہیں۔ نمونہ کے طور پر چند اشعار ہدیۂ قارئین ہیں:۔

مئے عشق خدا میں سخت ہی مخمور رہتا ہوں
یہ ایسا نشہ ہے جس میں مَیں ہر دم چُور رہتا ہوں

اے مرے مولیٰ! مرے مالک، مری جاں کی سپر
مبتلائے رنج و غم ہوں جلد لے میری خبر

✻

کروڑ جاں ہو تو کردوں فدا محمدؐ پر
کہ اس کے لطف و عنایات کا شمار نہیں
دیکھ لینا ایک دن خواہش مری بر آئے گی
میرا ہر ذرہ محمدؐ پر فدا ہوجائے گا

✻

ہے قرآن میں جو سرور اور لذت
نہ ہے مثنوی میں نہ بانگِ درا میں
بھلاؤں یاد سے کیونکر کلامِ پاک دلبر ہے
جُدا مجھ سے تو اک دم کو بھی قرآں ہو نہیں سکتا

✻

فدا تجھ پر مسیحاؑ میری جاں ہے
کہ تو ہم بے کسوں کا پاسباں ہے
مسیحاؑ سے کوئی کہہ دو یہ جا کر
مریضِ عشق تیرا نیم جاں ہے

✻

میری کمر کو قوم کے غم نے دیا ہے توڑ
کس ابتلا میں ہائے ہوا مبتلا ہوں مَیں
کہتا ہوں سچ کہ فکر میں تیری ہی غرق ہوں
اے قوم! سن کے تیرے لئے مَر رہا ہوں مَیں

✻

ہمنشیں! تجھ کو ہے اک پُر امن منزل کی تلاش
مجھ کو اک آتش فشاں پُرولولہ دل کی تلاش

✻

مٹا کے کفر وضلال و بدعت کریں گے آثار دیں کو تازہ
خدا نے چاہا تو کوئی دن میں ظفر کا پرچم اڑائیں گے ہم

الہام حضرت مسیح موعودؑ

''وہ حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا''

(مکرم سہیل ثاقب بسراء صاحب۔ بشیر آباد)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود ۱۹۱۴ء میں مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ اسی سال کے جلسہ سالانہ پر آپ نے برکاتِ خلافت کے موضوع پر ایک معرکۃ الآراء تقریر فرمائی۔ اس تقریر میں آپ نے فرمایا:۔

''......کیا تم میں اور ان میں جنہوں نے خلافت سے روگردانی کی ہے کوئی فرق ہے۔ کوئی بھی فرق نہیں لیکن نہیں ایک بہت بڑا فرق بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ تمہارے لئے ایک شخص تمہارا درد رکھنے والا' تمہاری تکلیف کو اپنی تکلیف جاننے والا' تمہارے لئے خدا کے حضور دعائیں کرنے والا ہے۔ مگر ان کے لئے نہیں۔ تمہارا اُسے فکر ہے' درد ہے اور تمہارے لئے اپنے مولیٰ کے حضور تڑپتا رہتا ہے لیکن ان کے لئے ایسا کوئی نہیں ہے......''۔

(انوار العلوم جلد نمبر ۲ صفحہ ۱۵۶ برکات خلافت)

حضرت مصلح موعود کی یہ تقریر ۱۹۱۴ء کی ہے اور حضور کا وصال نومبر ۱۹۶۵ء میں ہوا۔ اتنے لمبے عرصہ کا اِک اِک دن اس امر پر شاہد ہے کہ حضرت فضلِ عمر نے جو الفاظ پہلے جلسہ سالانہ پر بیان فرمائے تھے آپ کی ساری زندگی اسی کے مطابق گذری۔ دوسروں کے درد کو اپنا درد سمجھا' دوسروں کے دُکھ کو اپنا دُکھ جانا' دوسروں کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھا۔ دوا اور دُعا سے تکلیف کو دُور کرنے کی سعی فرمائی دوسروں کی خاطر اپنے آرام کو ترک کر دیا۔ آپ کی حقیقی ہمشیرہ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے اپنے ایک شعر میں اس کیفیت کو نہایت احسن رنگ اس وقت پیش فرمایا جبکہ حضور علیل تھے آپ نے جماعت کو دعا کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا:

قوم احمد جاگ تو بھی جاگ اس کے واسطے
اَن گنت راتیں جو تیرے درد سے سویا نہیں

(دُرّعدن)

حضرت سیدہ ام متین مریم صدیقہ صاحبہ نے فرمایا:

''یہ حقیقت ہے کہ جماعت کے افراد آپ کو اپنی بیویوں اپنے بچوں اور اپنے عزیزوں سے بہت زیادہ پیارے تھے ان کی خوشی سے آپ کو خوشی ہوتی تھی اور ان کے دُکھ سے بارہا میں نے آپ کو کرب میں مبتلا ہوتے دیکھا ہے''۔ (الفضل ۲۵ مارچ ۱۹۶۶ء صفحہ ۵)

ابرِ رحمت

مولانا برکات احمد صاحب کا بیان ہے:۔

''حضور اقدس کا وجود قادیان اور ربوہ کے مراکز اور جماعت کے لئے ابر رحمت تھا آپ یتیموں اور بیواؤں کے لئے ملجاو ماوٰی تھے جب حضور قادیان میں تھے تو یہاں کا کوئی غریب اپنے آپ کو تہی دامن نہ سمجھتا تھا نہ صرف احمدی مفلسین آپ کے ابرِ کرم سے فیضیاب ہوتے تھے بلکہ سکھ' ہندو اور عیسائی غرباء بھی

مصیبت اور تہی دستی میں آپ کو اپنا قوی سہارا یقین کرتے تھے ہر سال موسمِ سرما کے عمل دخل سے پہلے غریبوں کے لئے کپڑے اور لحاف آپ کے حکم سے تیار کروائے جاتے۔ گندم کے موسم پر ہر حاجت مند کے لئے گندم کا انتظام اس کی حیثیت کے مطابق مفت یا قرض رقم دیکر کر دیا جاتا تھا اسی طرح عیدین اور جلسہ سالانہ وغیرہ کے مواقع پر حضور کے حکم سے مفلسین کی ضروریات اس رنگ میں پوری ہوجاتیں کہ ان میں احساسِ کمتری کا جذبہ پیدا نہ ہوسکتا تھا۔

(''مجلۃ الجامعۃ'' شمارہ نمبر ۱۴، مصلح موعود نمبر صفحہ ۱۵۶)

کارکنوں سے محبت وشفقت

حضرت مصلح موعود کی کارکنوں سے محبت وشفقت کا اندازہ درج ذیل واقعہ سے کیا جاسکتا ہے۔ حضرت مریم صدیقہ صاحبہ تحریر فرماتی ہیں:۔

''کارکنوں کو صحیح رنگ میں کام نہ کرنے پر اکثر ناراض بھی ہوئے، سزا بھی دی، مگر مجھے معلوم تھا کہ ناراض ہوکر اکثر خود افسردہ ہو جاتے تھے، مجبوری کی وجہ سے سزا دیتے کہ ان کو صحیح طریق پر ذمہ داریاں ادا کرنے کی عادت پڑے۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ کام وقت پر ختم نہ ہونے پر دفتر کے بعض کارکنوں کو ہدایت دی کہ جب تک کام ختم نہ ہو گھر نہیں جانا اور پھر اندر آکر کہنا کہ فلاں کے لئے کچھ کھانے کو بھجوادو وہ گھر نہیں گیا بیچارہ دفتر میں کام کر رہا ہے''۔ (الفضل ۲۵ مارچ ۱۹۶۶ء صفحہ ۷)

معاندِ سلسلہ سے حسنِ سلوک

حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ، حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی، آپ کے شدید معاندِ سلسلہ کے ساتھ حسن سلوک کا ایک واقعہ تحریر فرماتی ہیں:۔

''ایک مشہور صاحب جنہوں نے آپ کی مخالفت میں اپنی تمام عمر ختم کردی۔ اپنی تقریر وتحریر میں جس طرح بھی بن پڑا انہوں نے مخالفت اور دشمنی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ ہونے دیا۔ ایک دفعہ ہم مری سیزن Season گذارنے گئے ہوئے تھے ان دنوں وہ صاحب بھی اتفاق سے مری میں ہی صاحبِ فراش تھے ایک تو عمر کا تقاضا تھا دوسرا عوارض بھی سخت تھے۔ جونہی آپ نے ان کی حالت کے متعلق سنا آپ نے فوراً حضرت ڈاکٹر صاحب کو اس کی بیمار پرسی کے لئے بھجوادیا اور انکے لئے پرہیزی کھانے تک بھجوائے اور پھر ڈاکٹر صاحب سے فرمایا کہ آپ بھی اگر وہ پسند کریں تو اس کے لئے حسبِ حال دوا تجویز کردیں اور بار بار آپ ان کی کسمپرسی پر تاسف فرماتے تھے''۔

(الفضل ۲ مارچ ۱۹۶۶ء صفحہ ۲۶)

آپ کے بچوں نے بھی تو عید کرنی ہے

مکرم چوہدری عبدالسلام صاحب اختر ایم۔اے حضرت المصلح الموعود کے بچوں کے استاد تھے۔ آپ حضرت صاحب کی شفقت کا ایک نمونہ یوں بیان فرماتے ہیں:۔

''غالباً ۱۹۵۶ء کا ذکر ہے کہ حضور (۔) کے قافلے کے ہمراہ خاکسار بھی مری گیا۔ سیدہ مہر آپا اور

صاحبزادہ مرزا رفیق احمد صاحب مجھ سے پڑھتے تھے اور ہم سب خیبر لاج میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ عید کے دن قریب تھے اور بہت سے دوست عید کی تیاریوں میں مصروف تھے خاکسار کی اہلیہ اور بچے اس وقت ربوہ میں رہتے تھے اور ربوہ سے آ کر مجھے حضور کے ہمراہ چند دن ہی ہوئے تھے۔ اس لئے میری نیت یہ تھی کہ میں عید مَری ہی میں حضور کے ہمراہ کروں گا چنانچہ میں نے گھر میں اسی مضمون کا خط بھی لکھ دیا تھا مگر جب عید کو دو دن رہ گئے تو اچانک حضور ہماری پڑھائی کے کمرہ میں تشریف لائے اس وقت صاحبزادہ مرزا رفیق احمد صاحب جب اپنا انگریزی کا ایک مضمون مجھے دِکھا چکے تھے اور مَیں کمرے میں بیٹھا ایک اخبار کا مطالعہ کر رہا تھا حضور نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا:۔

"آپ عید پر گھر تو جانا چاہتے ہوں گے!"

میں نے بصدِ ادب عرض کیا "حضور! گھر تو یہی ہے اور ابھی تو یہاں آ کر صرف ۸۔۱۰ دن ہوئے ہیں"......

حضور نے فرمایا...... "مگر آپ کے بچوں نے تو بھی عید کرنی ہے"...... یہ کہہ کر تبسم فرمایا اور تشریف لے گئے.....

چند لمحوں کے بعد حضور کی طرف سے ایک صد روپیہ کا نوٹ خاکسار کو موصول ہوا اور ساتھ ہی یہ ارشاد بھی کہ میں عید کے دوسرے دن ربوہ سے روانہ ہو جاؤں۔ میں اس بندہ نوازی پر حیران تھا اور بے حد ممنون بھی۔ کیونکہ میرے چھوٹے بیٹے آفتاب احمد نے میرے روانہ ہوتے وقت مجھ سے پوچھا تھا "ابا آپ عید کو آئیں گے نا"؟ مجھے دفعۃً اس کا خیال آیا اور میں اللہ تعالیٰ کی ذرّہ نوازی پر سربسجود ہو گیا"۔

(الفضل ۱۸ اپریل ۱۹۶۶ء صفحہ ۳)

حضور سے مصافحہ

شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی لاہور بیان کرتے ہیں:۔

"۱۹۴۴ء کا ذکر ہے کہ میں اپنے مرحوم فرزند محمد احمد کو مدرسہ احمدیہ میں داخل کرانے کے لئے قادیان لایا اور مغرب کی نماز حضرت صاحب کی اقتداء میں ادا کی۔ نماز بیتِ مبارک کے اوپر کے صحن میں ہوئی تھی۔ جب نماز کے بعد حضور واپس تشریف لے جانے لگے تو احباب جماعت حضور سے مصافحہ کرنے کے لئے راستہ کے دونوں طرف کھڑے ہو گئے اور حضور ان کے درمیان سے گذرنے لگے میں بھی وہاں کھڑا ہو گیا مگر جس وقت میں نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا تو فوراً ایک اور شخص مصافحہ کے شوق میں آگے بڑھے اور میں ان کے دھکے سے پیچھے ہٹ گیا اور حضرت صاحب آگے بڑھ گئے اور میں دیکھتا رہ گیا مگر تین چار قدم آگے جانے کے بعد معاً حضرت صاحب واپس لوٹے کیونکہ آپ کو محسوس ہو گیا تھا کہ کسی شخص نے ہاتھ بڑھایا تھا مگر وہ مصافحہ نہیں کر سکا۔ پس حضور نے واپس ہو کر مجھ سے مصافحہ کیا۔ میری خیریت پوچھی اور قادیان آنے کی وجہ دریافت فرمائی اور پھر تشریف لے گئے"۔

(انصار اللہ جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۲۶)

مرزا صاحب ادھر آئیں تو......

حضرت مرزا عبدالحق صاحب بیان کرتے ہیں:۔

''۱۹۲۹ء میں حضور کشمیر تشریف لے گئے اور سرینگر میں ایک ہاؤس بوٹ میں رہائش رکھی۔ میں بھی چھٹیوں میں وہیں چلا گیا تا کہ حضور کی صحبت سے فیضیاب ہوسکوں میں حضرت خلیفہ نورالدین صاحب جمونی کے مکان پر ٹھہرا حضور کو ملنے گیا تو اس وقت حضور کسی اور کام میں مصروفیت کی بنا پر میری طرف توجہ نہ فرما سکے میرے لئے یہ بات عجیب تھی کہ میں اتنی دور سے حضور کی خاطر آیا ہوں اور حضور نے توجہ بھی نہ فرمائی۔ چنانچہ میں اگلے دن حاضرِ خدمت نہ ہوا۔ تیسرے روز آیا تو حضور کے بیٹھنے والے کمرے کے ساتھ دوسرے کمرے میں جہاں حضور کا عملہ تھا دوستوں سے باتوں میں مصروف ہوگیا۔ حضور نے میری آواز سن لی اور اُونچے فرمایا ''مرزا صاحب ادھر آئیں تو۔ آپ دو دن آئے کیوں نہیں؟'' اس عاجز کا سارا افسوس جاتا رہا اور خوشی سے بھر گیا۔ خدام کی یہ کیسی دلجوئی ہے''۔ (مجلۃ الجامعہ مصلح موعود نمبر شمارہ نمبر ۱۴)

ہم نے تمہیں آگ جلانا سکھادی

حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ بیان فرماتی ہیں:۔

''مجھے خوب یاد ہے کہ شادی کے بعد جب ہم پہلی دفعہ ڈلہوزی سیزن گزارنے کے بعد واپس قادیان آئے تو ایک خنک موسم میں آپ نے مجھے آتش دان جلانے کے لئے فرمایا۔ میں نے اپنی طرف سے کوئلے سلگانے اور کمرہ گرم کرنے کی بڑی کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ خاصی دیر گذرنے کے بعد آپ اپنے کام کو چھوڑ کہ میری طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا کہ ابتک انگیٹھی گرم نہیں ہوئی میں اپنے دل میں شرمندگی محسوس کررہی تھی کہ مجھ سے آخر انگیٹھی کیوں نہیں جلتی۔ آپ مسکرائے اور آگے بڑھ کر مجھ سے دیا سلائی لی۔ لکڑی اور پتھر کے کوئلوں کو اس طرح ترتیب دیا کہ پہلے لکڑی کے کوئلے اس کے بعد پتھر کے اور پھر لکڑی کے کوئلوں کو دیا سلائی دکھائی۔ چند لمحوں میں آگ بھڑک اُٹھی اور حضور نے مسکرا کر فرمایا اسے جادو کہتے ہیں۔ میری شرمندگی کو آپ بھانپ گئے تھے اور فرمایا کوئی بات نہیں ابتدا میں کام نہیں آیا کرتے پھر آہستہ آہستہ سب کچھ ٹھیک ہوجاتا ہے آج ہم نے تمہیں آگ جلانا سکھادی''۔ (الفضل جلسہ سالانہ نمبر ۱۹۶۹ء صفحہ ۲۳)

ہمارے سروں پر چھتری کردی

مکرم لطیف احمد خاں صاحب نہنا بیان کرتے ہیں:

''۱۹۱۴ء کا واقعہ ہے کہ حضور ڈلہوزی میں تھے وہاں سے ایک دن سیر کے لئے دیان کنڈ جو ایک اونچی پہاڑی تھی تشریف لے گئے وہاں چائے کا بھی پروگرام تھا مگر اتنے میں بارش ہونا شروع ہوگئی اور ہلکی پھلکی پھوار پڑنے لگی۔ میں اور خان میر خان صاحب اور نذیر احمد صاحب ڈرائیور آگ جلانے میں مصروف تھے مگر لکڑیوں کے گیلے ہونے کی وجہ سے بڑی دقت تھی اور

پتھروں کے چولہے پر جھکے پھونکیں مار رہے تھے کہ اتنے میں حضور خود دو چار سوکھی لکڑیاں لئے تشریف لے آئے اور ہمارے سروں پر چھتری کر دی ہم نے وہ لکڑیاں رکھ کر آگ جلائی اور جب تک پانی اُبل نہیں گیا حضور چھتری کا سایہ کئے دھوئیں میں ہمارے پاس ہی کھڑے رہے"۔

(مجلۃ الجامعۃ' جلد نمبر ۴' شمارہ نمبر ۱۴' صفحہ ۱۸۰)

اسے خرید دیا جائے

مکرم مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور (اسسٹنٹ پرائیویٹ سیکرٹری) بیان کرتے ہیں:۔

"جب حضور ربوہ تشریف لائے (یعنی اس کو مسکن بنایا) تو ایک قریبی خانقاہ کے متولی حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ ان کے رہٹ کو چلانے والا ایک اونٹ تھا جو مر گیا۔ ایک اونٹ قابل فروخت ہے۔ حضور وہ مجھے لِلّٰہ خرید دیں۔ حضور نے ازراہِ شفقت دفتر کو ہدایت فرمائی کہ جس قسم کا اونٹ یہ چاہتا ہے اسے خرید دیا جائے۔ چنانچہ دفتر کا آدمی اس کے ساتھ گیا اور وہ اونٹ ۶۰۰ روپے میں خرید کر اس کے حوالے کیا گیا"۔

(مجلۃ الجامعۃ' جلد نمبر ۴' شمارہ نمبر ۱۴ صفحہ ۱۶۷'۱۶۶)

آپ بھی کھانا کھائیں

مکرم و محترم مرزا فتح دین صاحب لکھتے ہیں:۔

"حضرت المصلح الموعود اپنے خدام کے کھانے اور رہائش کا خاص خیال رکھتے تھے۔ سفر میں جب کھانا کھاتے' اور چلنا ہوتا' یا نماز پڑھنی ہوتی' تو پوچھیں گے کہ کیا سب آدمی کھانا کھا چکے ہیں۔ ایک دفعہ حضور باہر سیر کے لئے تشریف لے گئے۔ ایک جگہ بیٹھ کر کھانا کھایا۔ خاکسار بھی دستر خوان پر موجود تھا سب کو ایک ایک پراٹھا اور ایک ایک سادہ یا زیادہ روٹیاں دیں۔ جب کھانا کھا چکے تو نذیر احمد صاحب ڈرائیور جو Serve کر رہے تھے تو انہیں فرمایا۔ آپ بھی کھانا کھالیں۔ حضور نے اپنے سامنے سے ایک پراٹھا الگ کر دیا کہ میں نے دو اٹھا کے رکھ لیے تھے۔ تا ایسا نہ ہو کہ کھانے والے اس بات کو بھول جائیں کہ Serve کرنے والے نے بھی کھانا ہے اور اس کے لئے پراٹھا نہ رہے اس لئے میں نے اپنے علاوہ ان کا پراٹھا بھی رکھ لیا تھا"۔

(مجلۃ الجامعۃ' جلد نمبر ۴ شمارہ نمبر ۱۴ صفحہ ۱۷۶'۱۷۷)

مندرجہ بالا چند واقعات' حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود کے حسنِ سلوک اور شفقت علٰی خلق اللہ کے بطورِ نمونہ ہیں۔ آپ نے جماعت میں جو عظیم الشان تنظیم قائم فرمائی ہے اور اس کے تحت جو رفاہِ عامہ اور خدمتِ خلق کے کام ہو رہے ہیں۔ وہ بھی آپ کے عظیم احسانات کا ایک حصہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حسن و احسان میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا مظہر قرار دیا ہے اور آپ کے کارنامے اس کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

☆☆☆

تعارف کتب

رازِ حقیقت

(تیار کردہ۔ شعبہ تعلیم مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)

سن تصنیف واشاعت

حضرت مسیح موعودؑ نے یہ رسالہ تحریر فرما کر ۳۰ نومبر ۱۸۹۸ء کو شائع کروایا۔

صفحات

یہ رسالہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۴ صفحہ نمبر ۱۵۱ تا صفحہ ۱۷۲ پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ چار صفحات پر مشتمل ایک اشتہار مولوی محمد حسین بٹالوی کے متعلق ہے۔

غرض تالیف

آپ نے خصوصاً اپنی جماعت کے لئے یہ اشتہار شائع کیا کہ وہ اُس اشتہار کے نتیجہ کے منتظر رہیں کہ جو ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کو بطور مباہلہ بعض مخالفین کی نسبت شائع کیا گیا تھا' جس کی معیاد ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء میں ختم ہوتی تھی۔

نفسِ مضمون

اس رسالے کے شروع میں حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی جماعت کو مطلع فرمایا ہے کہ اس سال ہمارا جلسہ سالانہ بعض وجوہات کی بناء پر نہیں ہوگا۔ علاوہ ازیں آپ نے فرمایا کہ ہماری جماعت میں ایک قافلہ تیار ہو رہا ہے۔ اس کے پیشرو حضرت حکیم نورالدین صاحب ہونگے۔ یہ قافلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سفروں کے کھوج اور تفتیش کے لئے مختلف ملکوں میں پھرے گا۔ اس کے تمام اخراجات شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر لاہور ادا کریں گے۔ بعد ازاں آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صحیح حالاتِ زندگی درج فرمائے ہیں۔ اور ان کے مقبرہ کا نقشہ بھی دیا ہے۔ آپ نے اس رسالے میں جماعت کو بھی نصائح فرمائی ہیں چنانچہ فرمایا:۔

''میں اپنی جماعت کو چند الفاظ بطور نصیحت کہتا ہوں کہ وہ طریق تقویٰ پر پنجہ مار کر یاوہ گوئی کے مقابلہ پر یاوہ گوئی نہ کریں اور گالیوں کے مقابلہ میں گالیاں نہ دیں۔ وہ بہت کچھ ٹھٹھا اور ہنسی سنیں گے جیسا کہ وہ سن رہے ہیں مگر چاہئے کہ خاموش رہیں اور تقویٰ اور نیک بختی کے ساتھ خدا تعالیٰ کے فیصلہ کی طرف نظر رکھیں۔ اگر وہ چاہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی نظر میں قابل تائید ہوں تو صلاح اور تقویٰ اور صبر کو ہاتھ سے نہ دیں''۔ (روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۱۵۳ رازِ حقیقت)

مشکل الفاظ کے معانی

یاوَہ گوئی: بیہودہ باتیں کرنا

مجوسی: آتش پرست' پارسی' حضرت زرتشت کا پیرو

خوارِق: خارق کی جمع' خلافِ عادت' معجزے

مُعاندانہ: مخالفانہ

صَعُب ناک: تکلیف دہ

کُج رَوِی: اُلٹے راستے پر چلنا

سُراسیمگی: پریشانی

نالِش: مقدمہ

☆☆☆

ایک صدی پہلے

مختصر تاریخ جماعت احمدیہ، جنوری، فروری ۱۹۰۱ء

(مکرم احمد طاہر مرزا صاحب۔ ربوہ)

۱۹۰۱ء کا سال حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی ماموریت کا بیسواں سال ہے۔ اور اس سال سے آپ کی ماموریت نئی عیسوی صدی میں داخل ہوئی تھی۔

جماعت احمدیہ کی تاریخ میں جنوری ۱۹۰۱ء میں جو واقعات رونما ہوئے ان کی مختصر سی جھلک پیش کی جا رہی ہے۔

تصانیف وتحریرات حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

سیدنا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے پیر مہر علی شاہ گولڑوی اور ان کے ہمنوا علماء کو بالمقابل عربی تفسیر سورۃ فاتحہ کا چیلنج دے رکھا تھا اور اس چیلنج کی میعاد حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے ۱۵ دسمبر ۱۹۰۰ء تا ۲۵ فروری ۱۹۰۱ء رکھی تھی اور اس سلسلہ میں آپ نے پیر مہر علی شاہ گولڑوی کو تین اشتہاروں میں متوجہ ومتنبہ فرمایا۔ پہلا اشتہار ۲۵ اگست، دوسرا ۲۸ اگست جبکہ تیسرا اشتہار ۱۵ دسمبر ۱۹۰۰ء کو دیا۔

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم۔ اشتہار نمبر ۲۲۷، ۲۲۸ اور ۲۳۰ صفحات ۳۴۹، ۳۷۲)

۱۵ دسمبر کے اشتہار میں حضورؑ فرماتے ہیں:۔

"۱۵ دسمبر ۱۹۰۰ء سے ۲۵ فروری ۱۹۰۱ء تک جو ۷۰ دن ہیں۔ فریقین میں سے کوئی فریق تفسیر سورۃ فاتحہ چھاپ کر شائع نہ کرے اور یہ دن گذر جائیں، تو وہ جھوٹا سمجھا جائے گا اور اس کے کاذب ہونے کے لیے کسی اور دلیل کی حاجت نہیں رہے گی"

(اشتہار ۱۵ دسمبر ۱۹۰۰ء بحوالہ بالا صفحہ ۳۷۲-۳۷۱)

چنانچہ سیدنا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ ماہ جنوری ۱۹۰۱ء میں اعجاز المسیح یعنی عربی تفسیر سورہ فاتحہ کے لکھنے میں مصروف رہے۔ اس سلسلہ میں الحکم جنوری وفروری "حضرت اقدس کی ڈائری" میں یہ بات پیش کی گئی کہ حضرت اقدس علیہ السلام پیر مہر علی گولڑوی اور اس کے رفقاء کی عربی دانی اور قرآن دانی کی حقیقت کے اظہار کے لئے تفسیر سورۃ فاتحہ کی اعجازی عربی تفسیر کے لکھنے میں مصروف رہے۔ (الحکم ۲۴ جنوری ۱۹۰۱ء صفحہ ۸)

چنانچہ جنوری ۱۹۰۱ء میں جو کتاب "اعجاز المسیح" حضور علیہ السلام نے تصنیف فرمائی اس کی اشاعت ۲۳ فروری ۱۹۰۱ء کو اعجاز المسیح کے نام سے ہوئی۔

سیر میں توقف

سیدنا حضرت امام مہدیؑ کی احادیث میں ایک یہ بھی علامت بتلائی گئی ہے کہ وَيَكْثُرُ فِي الْمَشْيِ...... چنانچہ حضرت اقدس کی سالہا سال سے یہ عادت مبارکہ تھی کہ کثرت سے اور تیزی سے چلا کرتے تھے۔

اور صبح کی سیر ۲ سے ۴ میل تک گویا آپ کی عادت

ثانیہ تھی لیکن قلمی جہاد کی وجہ سے دو ماہ اس میں بھی توقف ہوگیا۔ چنانچہ لکھا ہے "ماہ جنوری وفروری میں سیدنا حضرت اقدس بوجہ تالیف "اعجاز المسیح" سیر کو تشریف نہ لے جاسکے"۔
(الحکم ۱۰ فروری صفحہ ۱۲، ۱۹۰۱ء)

انگریزی رسالہ نکالنے کی تجویز

سیدنا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے ۱۵ جنوری ۱۹۰۱ء کو ایک رسالہ (میگزین) بزبان انگریزی نکالنے کی تجویز فرمائی۔

چنانچہ سیدنا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی تجویز و خواہش اور فرمان کے مطابق یہ رسالہ "ریویو آف ریلیجنز" Reveiw of Religions کے نام سے اردو اور انگریزی ہر دو زبانوں میں جنوری ۱۹۰۲ء کو شائع ہوگیا۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے کو اس رسالے کا مدیر مقرر فرمایا تھا۔ آج کل ریویو آف ریلیجنز ماہوار لندن سے شائع ہورہا ہے۔

طاعون

۱۹۰۱ء اور ۱۹۰۲ء کے سالوں میں ہندستان میں طاعون عروج پر تھی اور ماہ فروری ۱۹۰۱ء میں خصوصاً سیالکوٹ اور گورداسپور کی ملحقہ سرحدوں پر طاعون پھوٹنے کے واقعات رونما ہوتے رہے۔ (الحکم ۱۰ فروری ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۵)

قادیان میں نماز وخطباتِ جمعہ

ماہ جنوری ۱۹۰۱ء میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی امامت کرواتے رہے۔

اور ماہ جنوری کے جمعہ ہائے مبارک بھی حضرت مولوی صاحب نے پڑھائے۔ آپ کے فصیح و بلیغ اور عارفانہ خطبات جمعہ الحکم جنوری، فروری ۱۹۰۱ء میں شائع شدہ ہیں۔
(الحکم جنوری، فروری ۱۹۰۱ء)

عیدالفطر

۲۲ جنوری ۱۹۰۱ء کو نماز عیدالفطر حضرت حکیم الامت مولانا نورالدین صاحب نے پڑھائی اور خطبہ ارشاد فرمایا۔ (الحکم ۱۰ فروری ۱۹۰۱ء)

مدرسہ تعلیم الاسلام میں دینی لیکچروں کا سلسلہ

سب سے پہلے ۲۸ جنوری ۱۹۰۱ء کو ہوا۔ دینی لیکچروں کا یہ سلسلہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے ایماء پر ہوا۔ سب سے پہلا لیکچر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے دیا۔ اس کے بعد حکیم الامت حضرت مولانا نورالدین صاحب نے لیکچر دیا۔ یہ لیکچر بعد میں الحکم میں شائع ہوتے رہے۔

جنوری میں حضرت اقدس کے بعض فرمودات

زندگی اور محبت کا ستون۔

"ہر چیز کا ستون ہوتا ہے۔ زندگی اور محبت کا ستون خدا تعالیٰ کا فضل ہے"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ

"حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ قرآن شریف ہی تھا جو اب تک قائم ہے"

"استغفار کلید ترقیات ہے"

(از الحکم ۲۴ جنوری ۱۹۰۱ء صفحہ ۵)

محمدی یا احمدی۔

''حضرت رسول کریم ﷺ کے صرف دو ہی نام تھے۔ محمد اور احمد ﷺ۔ اور مسلمانوں کے دو ہی فرقے ہو سکتے ہیں۔ محمدی یا احمدی۔ محمدی اس وقت جب جلال کا اظہار ہو۔ احمدی اس وقت جب جمال کا اظہار ہو''

(فرمودہ ۲۲ جنوری ۱۹۰۱ء از الحکم ۳۱ جنوری صفحہ ۱۱)

فروری میں حضرت اقدس کے بعض ارشادات

توکل علی اللہ

''ہم کو خدا تعالیٰ پر اتنا بھروسہ ہے کہ ہم تو اپنے لئے دعا بھی نہیں کرتے۔ کیونکہ وہ ہمارے حال کو خوب جانتا ہے''۔

مخالفین کے مقابلہ میں جوش نہیں دکھانا چاہئے

''مخالفوں کے مقابلہ میں جوش نہیں دکھانا چاہئے۔ خصوصاً جو جوان ہیں۔ ان کو مَیں یہ نصیحت کرتا ہوں۔ ضروری ہے کہ تم جلدی جلدی میرے پاس آؤ۔ معلوم نہیں کہ تم کتنا زمانہ میرے بعد بسر کرو گے۔ پاس رہنے میں بہت فائدہ ہوتا ہے''۔

قرآن شریف کا خلاصہ

''سارے قرآن شریف کا خلاصہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے اور اللہ تعالیٰ کی اصل صفات بھی جمالی ہیں اور اصلی نام بھی...... جمالی ہے''۔ (الحکم ۷ افروری ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۳)

کرکٹ جو قیامت تک کھیلی جائے گی

قادیان کے مدرسہ تعلیم الاسلام کے لڑکوں کا گیند بلا کھیلنے کا میچ تھا...... حضرت اقدس کے ایک صاحبزادے نے بچپن کی سادگی میں آپ کو کہا کہ ابا تم کیوں کرکٹ پر نہیں گئے۔ فرمایا:۔

''وہ تو کھیل کر واپس آجائیں گے، مگر مَیں وہ کرکٹ کھیل رہا ہوں جو قیامت تک قائم رہے گا''۔

جماعت کو نصیحت!

''میں اپنی جماعت کے لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اپنے میں سے کمزور اور کچے لوگوں پر رحم کریں اور ان کی کمزوری کو دور کرنے کی کوشش کریں اور ان پر سختی نہ کریں اور کسی کے ساتھ بداخلاقی سے پیش نہ آویں۔(الحکم ۱۰ مارچ ۱۹۰۱ء صفحہ ۸)

صُلحِ کُل کی دعوتِ عام

''ہم تیار ہیں کہ ہمارے مخالف ہمارے ساتھ صلح کر لیں۔ میرے پاس ایک تھیلہ ان گالیوں سے بھرے ہوئے کاغذات کا پڑا ہے...... مگر مَیں سب کے ساتھ ہمدردی کرتا ہوں اور مخالفین کے ساتھ بھی میری ہمدردی ہے''۔ (الحکم ۲۴ فروری صفحہ ۱۰)

☆☆☆

مجلس عرفان

قسط اوّل
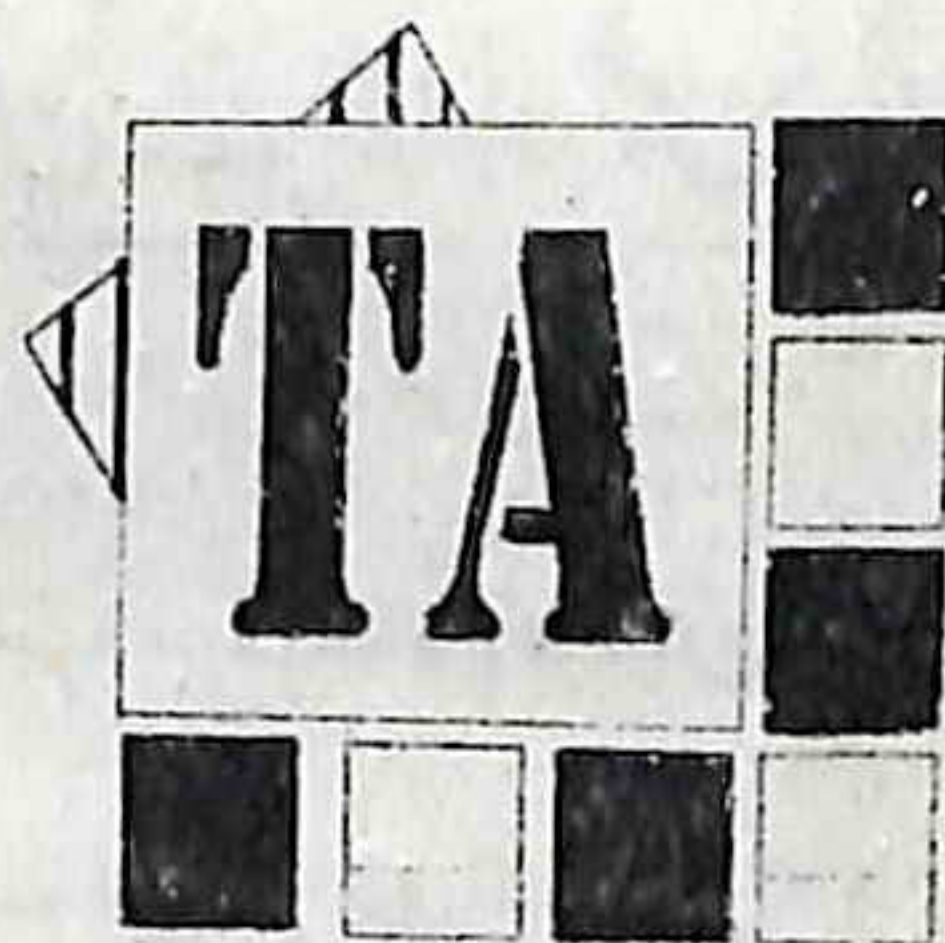
ہستی باری تعالیٰ

مجلس عرفان حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ منعقدہ ۱۸ اکتوبر ۱۹۸۲ء

دینی اور دنیوی علم میں توازن ضروری ہے

آپ اپنے دینی علم کی دنیاوی علم کے ساتھ مطابقت پیدا کریں اور دنیاوی علم کو بالکل الگ دائروں میں ایسے راستوں پر نہ ڈال دیں کہ جن کا دینی علم کے ساتھ کوئی جوڑ ہی نہ ہو یہ دونوں سڑکیں ہیں۔ جو ایک دوسرے کے متوازی چل رہی ہوں لیکن وہ سڑکیں جن میں کوئی چوراہا ایسا نہ ملتا ہو جہاں ایک دوسرے کے ساتھ ٹریفک کا تبادلہ ہو سکے وہ اس طرح مفید نہیں ہوا کرتیں جہاں بار بار آپس میں تعلقات کے لئے چوراہے بنائے جاتے ہیں سڑکیں ایک دوسرے کے ساتھ ضم ہوتی ہیں اور ایک سڑک کی ٹریفک دوسری سڑک کی طرف منتقل ہو سکتی ہے۔ پس ہیں تو یہ الگ الگ سڑکیں اس میں کوئی شک نہیں بظاہر الگ الگ ہیں مگر چوراہے ضروری ہیں اور قرآن کریم کا مطالعہ کریں تو آپ کو بکثرت ایسا نظر آئے گا دین کی گفتگو ہو رہی ہے تو اچانک خدا تعالیٰ ذہن کو قانونِ قدرت کے Phenomena یعنی کسی جلوے یا کسی اصول کی طرف منتقل کر دیتا ہے۔ قانونِ قدرت کی بات شروع کرتا ہے تو اچانک ذہن کو دین کی طرف منتقل کر دیتا ہے اس کثرت کے ساتھ ان دونوں میں چوراہے موجود ہیں کہ یوں لگتا ہے کہ گویا ان کا ایک دوسرے کے ساتھ تانا بانا بنا ہوا ہے۔ اس کثرت سے اور بار بار سڑکیں ملتی ہیں کہ علیحدگی کا گمان مٹ جاتا ہے۔ اس کا جو نقشہ قرآن کریم نے کھینچا ہے وہی مومن کا نقشہ ہونا چاہئے یہ تو نہیں کہ قرآن کریم کائنات کا کوئی اور نقشہ بنا رہا ہو اور ہم اپنا نقشہ کوئی اور بنا رہے ہوں اس لئے دینی علم اور دنیاوی علم کا آپس میں انطباق کرنا بہت ضروری ہے۔

یعنی ذہنی Channels کی اس طرح بار بار اصلاح کرنا کہ ہر بات خود بخود ایکدوسرے کے ساتھ منطبق ہوتی چلی جائے۔ یہ بہت اہم اور ضروری کام ہے۔

چرچ اور سائنس میں چپقلش

گزشتہ ایک دو صدیوں میں بہت ظلم ہوا ہے سائنس جب یورپ میں بیدار ہوئی تو اس وقت چونکہ چرچ کے خلاف ایک بغاوت کا دور بھی تھا اور چرچ نے بھی سائنس کے خلاف بڑا ظالمانہ رویہ اختیار کر رکھا تھا اس لئے رفتہ رفتہ سائنسدانوں کے اندر یہ احساس پیدا ہو گیا کہ سائنس بالکل الگ چیز ہے اور مذہب بالکل الگ چیز ہے یعنی انہوں نے بغاوت کی راہ اختیار کرتے ہوئے مذہب کو نہ صرف ایک الگ چیز سمجھا بلکہ اسے ایک بوسیدہ بے معنی اور لغو اور بے دلیل چیز سمجھنے لگ گئے اور سائنس کو

معقولات کی دنیا دلائل کی دنیا مشاہدات کی دنیا تجارب کی دنیا محسوسات کی دنیا سمجھنے لگ گئے۔

سائنس سے مراد دہریت

مذہب اور سائنس کے درمیان دوری کا نتیجہ یہ نکلا کہ آہستہ آہستہ سائنس دہریت کا نام بن گیا اور مذہب ایسے خدائی تصورات کا جن کا حقیقت اور عقل سے کوئی تعلق نہ ہو چنانچہ مذہب اور سائنس کے آپس میں رشتہ ٹوٹنے سے بہت گہرا نقصان پہنچا ہے اس نہج پر چلتے ہوئے رفتہ رفتہ مذہب اور سائنس آپس میں الگ ہوئے کہ مذہب کلیۃً ایک نئی شکل اختیار کر گیا اور سائنس الگ ہو کر بالکل ایک نئی شکل اختیار کر گئی حتیٰ کہ سائنس کا نام دھریت بن گیا اور مذہب کا نام حماقت چنانچہ اسی شکل میں یورپ نے ایک لمبا سفر اختیار کیا۔ یہاں تک کہ اس عرصہ میں اگر کوئی سائنسدان کوئی ایسی بات دیکھتا تھا جس کے نتیجہ میں خدا کی طرف توجہ منتقل ہو سکتی تھی تو اگر وہ بات کر دیتا تھا تو وہ سائنس کی دنیا سے ایک قسم کا Excommunicate ہو جاتا تھا۔ یعنی اس کا اخراج از جماعت ہو جاتا تھا۔ کہتے تھے یہ بڑا بیوقوف آدمی ہے۔ پاگل آدمی ہے خدا کی باتیں کرتا ہے لیکن اب حالیہ رجحانات اس سے مختلف ہو چکے ہیں یہ وہ دور ہے جس میں جب Analysis یعنی تجزیہ کیا گیا تو دنیا کے چوٹی کے ادارے جوامر یکہ میں ہیں ان کے تجزیہ کی رپورٹ یہ ہے کہ اب 25 فیصدی سائنسدان جرأت کے ساتھ خدا کی بات کرنے لگ گیا ہے اور اس قسم کا پرانا تصور باقی نہیں رہا کہ خدا کی بات کرو گے تو تم غیر معقول سمجھے جاؤ گے اور ایک فیصد ایسا ہے جو اپنے علم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ہستی کے دلائل بھی دینے لگ گیا ہے۔

سائنسی تجارب سے خدا کی ہستی کا اقرار

یہ عجیب بات ہے کہ گذشتہ دور میں بھی جب سائنس کا آغاز ہوا ہے تو اس وقت سائنسدانوں کی ایک قسم پیدا ہوئی تھی مگر اس "بیچاری قسم" کو سائنسدانوں نے بھی دبایا اور مذہب والوں نے بھی دبایا۔ مذہب کی طرف سے بھی وہ نکال دیئے گئے اور اور سائنسی دنیا سے بھی نکالے گئے یا کم از کم ان سے یہ بدسلوک ہوا اور کہا گیا کہ تم بیچ میں جاہل پیدا ہو گئے ہو۔ لیکن اب دوبارہ وہی دور آ گیا ہے۔ لیکن پہلے سے زیادہ علمی اور یقینی پلیٹ فارم پر قائم ہے۔ اب وہ فرضی اور خیالی دور نہیں ہے بلکہ سائنسدان ان باتوں میں جن کی بناء پر وہ مذہب کا یا خدا کا انکار کر رہے تھے جب مزید آگے بڑھے ہیں تو ان کو ایسے حیرت انگیز مشاہدات ہوئے جن کے نتیجہ میں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اب خدا کی طرف واپس جانے پر مجبور ہیں گو ابھی یہ آواز دبی دبی اٹھ رہی ہے لیکن اٹھ ضرور رہی ہے۔

سائنسدان میں دو طبقے

چنانچہ دو طبقے پیدا ہو چکے ہیں۔ ایک وہ طبقہ ہے جو مشاہدات کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ ہے تو حیرت انگیز لیکن اس کی کوئی وجہ سمجھ نہیں آتی۔ ممکن ہے کہ آئندہ وجہ سمجھ آ جائے۔ اور ایک طبقہ ہے جو یہ کہتا ہے کہ آئندہ وجہ سمجھ آ بھی جائے۔ تب بھی یہ انگلی یقینی طور پر خدا کی طرف اٹھ رہی ہے۔ ہر سائنس کے شعبہ میں اس قسم کے دو طبقات پیدا ہو چکے ہیں۔

مثلاً کائنات کے آغاز کا ایک شعبہ ہے کہ کس طرح کائنات کا آغاز ہوا۔ یہ ایک ایسا شعبہ ہے جس کا فلکیات سے بھی تعلق ہے اور فزکس سے بھی تعلق ہے چنانچہ Big-Bang کی جو تھیوری پیش کی گئی ہے۔ اب تک جتنے بھی شواہد ملے ہیں وہ اس نظریہ کو مزید تقویت دے رہے ہیں اور بتا رہے ہیں کہ یہ درست ہے۔ چنانچہ حال ہی میں جو نئی ریسرچ ہوئی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ جو گلیکسیز (کہکشاں) Recite کر رہی ہیں۔ وہ ٹھیک بگ بینگ تھیوری کی Calculation کے مطابق Recite کر رہی ہیں۔ مثلاً ان میں سے جو دور ترین ہے اگر بگ بینگ والی یہ تھیوری درست ہے تو مثلاً دس ارب سال کے بعد اس کی یہ رفتار ہونی چاہئے۔ یہ ایک نظریاتی Calculation ہے۔ اب مثلاً انہوں نے نظریاتی لحاظ سے جو رفتار نکالی وہ مثلاً سب سے دور کی جو گلیکسی ہے اس کی 60 ہزار کلومیٹر رفتار ہونی چاہئے۔ اب انہوں نے Red-Shift کے ساتھ فارمولا Apply کر کے دیکھا ہے تو بعینہ یہی رفتار معلوم ہوئی ہے۔ یعنی وہ گلیکسی روشنی کی رفتار سے تقریباً 20 فیصد رفتار کے ساتھ دنیا سے الگ ہو رہی ہے۔

یہ تو گلیکسیز کی بات ہے ایسے Single Stars جو اس سے پہلے الگ ہو چکے ہیں ان کی رفتار Calculation کے مطابق اس سے کئی گنا زیادہ ہونی چاہئے چنانچہ جو Calculation نظریہ نے کی۔ اس کے مطابق جو ہونا چاہئے۔ ریڈ شفٹ کے حساب سے بعینہ وہی بات ثابت ہوئی اور وہ Red Shift 2x6 بنتی ہے جس کے نتیجہ میں وہ ہماری کائنات کے مرکز سے 90 فیصدی روشنی کی رفتار کے ساتھ دور ہٹ رہے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ستارے قریباً ایک لاکھ ساٹھ ہزار میل فی سیکنڈ کی رفتار سے پیچھے ہٹ رہے ہیں۔

سائنس کی انتہا خدا کی ہستی کا اقرار

اب یہ نئی معلومات ثابت کر رہی ہیں کہ بگ بینگ کا نظریہ درست تھا اور اگر وہ درست ثابت ہو تو نوبل پرائز ونر یعنی نوبل انعام یافتہ سائنس دان جس نے اس نظریہ پر کام کیا ہے (اب اس کے خلاف بھی سائنسدانوں کا ایک گروپ پیدا ہو گیا ہے کہ یہ مذہب کی طرف بات کو لے جا رہا ہے) وہ یہ کہتا ہے کہ یہ نظریہ درست ہونے کے بعد ہماری یہ کیفیت ہے کہ ہم نے ایک زمانہ میں اہل مذہب کو بیٹھے ہوئے دیکھا اور ان سے باتیں ہوئیں تو انہوں نے کہا کہ خدا نے کائنات کو پیدا کیا ہے۔ اس کے سوا تمہیں کچھ اور نتیجہ نہیں ملے گا۔ آخر پر خدا تک ہی پہنچنا پڑے گا ہم نے کہا یہ مذہب والے پاگل ہو گئے ہیں بکواس کرتے ہیں ان کو چھوڑو جاہل لوگ ہیں چنانچہ ہم ان کو چھوڑ کر سائنس کے سفر پر روانہ ہو گئے۔ دو سو سال کے طویل اور مشکل سفر کے بعد آخر ہم وہیں جا پہنچے جہاں وہی مذہبی بیٹھے ہوئے تھے اور کہہ رہے تھے دیکھا ہم نہیں کہتے تھے۔ آخر تم یہیں آ جاؤ گے تو سائینسدان کہتے ہیں کہ اس کے سوا ہمارے پاس کوئی چارہ نہیں رہا کہ یہ بات مان لیں کہ کوئی باشعور ہستی ہے کوئی طاقت ایسی ہے جس نے اس کائنات کو پیدا کیا ہے۔

حسابی نظریہ سے خدا کی ہستی کا ثبوت

یہ وہی بات ہے جو پہلے دور کے چوٹی کے فلاسفرز کہا کرتے تھے جن کا آج کی دنیا میں بھی بڑا اونچا مقام ہے وہ بھی یہی کہا کرتے تھے۔ مثلاً سپائی نوزا Spinoza ایک مشہور جرمن فلاسفر ہے۔ اس نے سب سے پہلے Mathematical Calculation سے ثابت کیا تھا کہ خدا کا وجود ہے اور یقیناً ہے کیونکہ حسابی اندازہ یہی بتاتا ہے۔ اس کے سوا کوئی بات ہی نہیں بنتی۔ کائنات کا کوئی نقشہ ہی نہیں بنتا اس نے بڑی زبردست دلیل دی اور ساتھ یہ بھی کہا وہ خدا ہے بھی واحد۔ کیونکہ اس کے سوا کوئی بھی مخلوق ہمیں ایسی نہیں ملتی۔ جس پر Mathematics کا یہ فارمولا پورا اترتا ہو۔ تو وہ ایک ہی ہے جو ہر انرجی کا Source یعنی منبع ہے اور غیر مبدل ہے۔ جذبات سے پاک ہے وغیرہ۔ جب وہ نقشہ پڑھ رہا تھا تو میں حیران رہ گیا کہ اللہ تعالیٰ بعض دفعہ دماغوں کو کیسی جلا بخشتا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود نے صفات باری تعالیٰ پر جو بحث فرمائی ہے اس کے ایک حصہ کو (سپائی نوزا) Spinoza اپنی عقلی جلا سے پا گیا گو آخر تک نہیں پہنچ سکا (اور) بعد میں غلطیاں کر گیا۔ لیکن اس کے حسابی نظریہ کو اب مشاہدات ثابت کر رہے ہیں کہ بنیادی طور پر وہ نظریہ درست تھا حالانکہ اس کے پاس شواہد پیش کرنے کے لئے اس وقت کوئی خاص چیز نہیں تھی صرف ایک حسابی نظریہ تھا۔ اب اس کو ثابت کرنے کے لئے شواہد مل رہے ہیں۔

(جاری ہے)
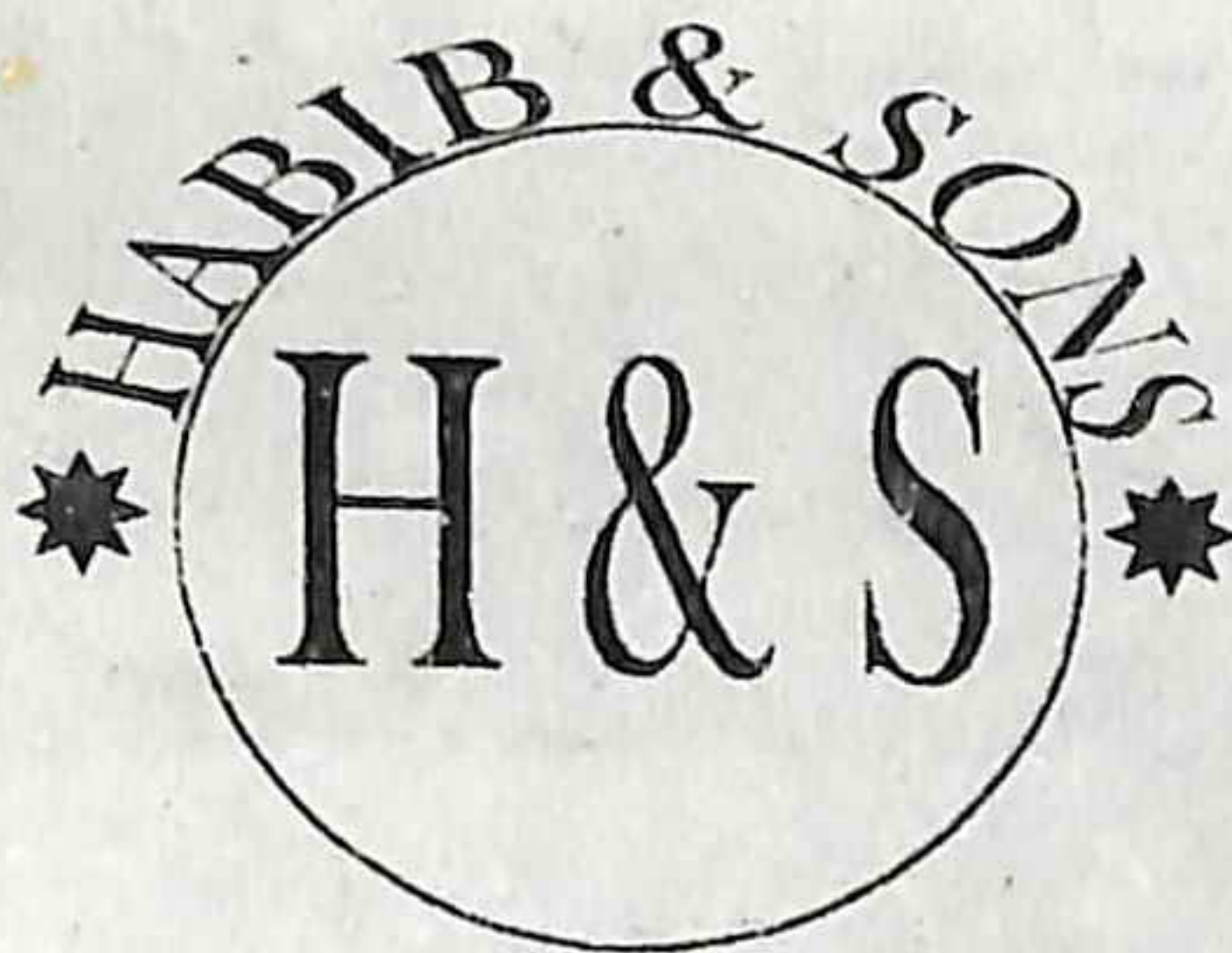
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

کیونکر ہو شکر تیرا تیرا ہے جو ہے میرا
تو نے ہر اِک کرم سے گھر بھر دیا ہے میرا
جب تیرا نور آیا جاتا رہا اندھیرا
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اے قادر و توانا! آفات سے بچانا
ہم تیرے در پہ آئے ہم نے ہے تجھ کو مانا
غیروں سے دل غنی ہے جب سے ہے تجھ کو جانا
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

میری دعائیں ساری کریو قبول باری
میں جاؤں تیرے واری کر تو مدد ہماری
ہم تیرے در پہ آئے لیکر اُمید بھاری
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

(درثمین)

Monthly **KHALID** C. Nagar
Regd. CPL # 139
Editor: Isfandyar Muneeb
February 2001

ماونٹ ایورسٹ۔ دنیا کی بلند ترین چوٹی (8848) میٹرز۔ نیپال
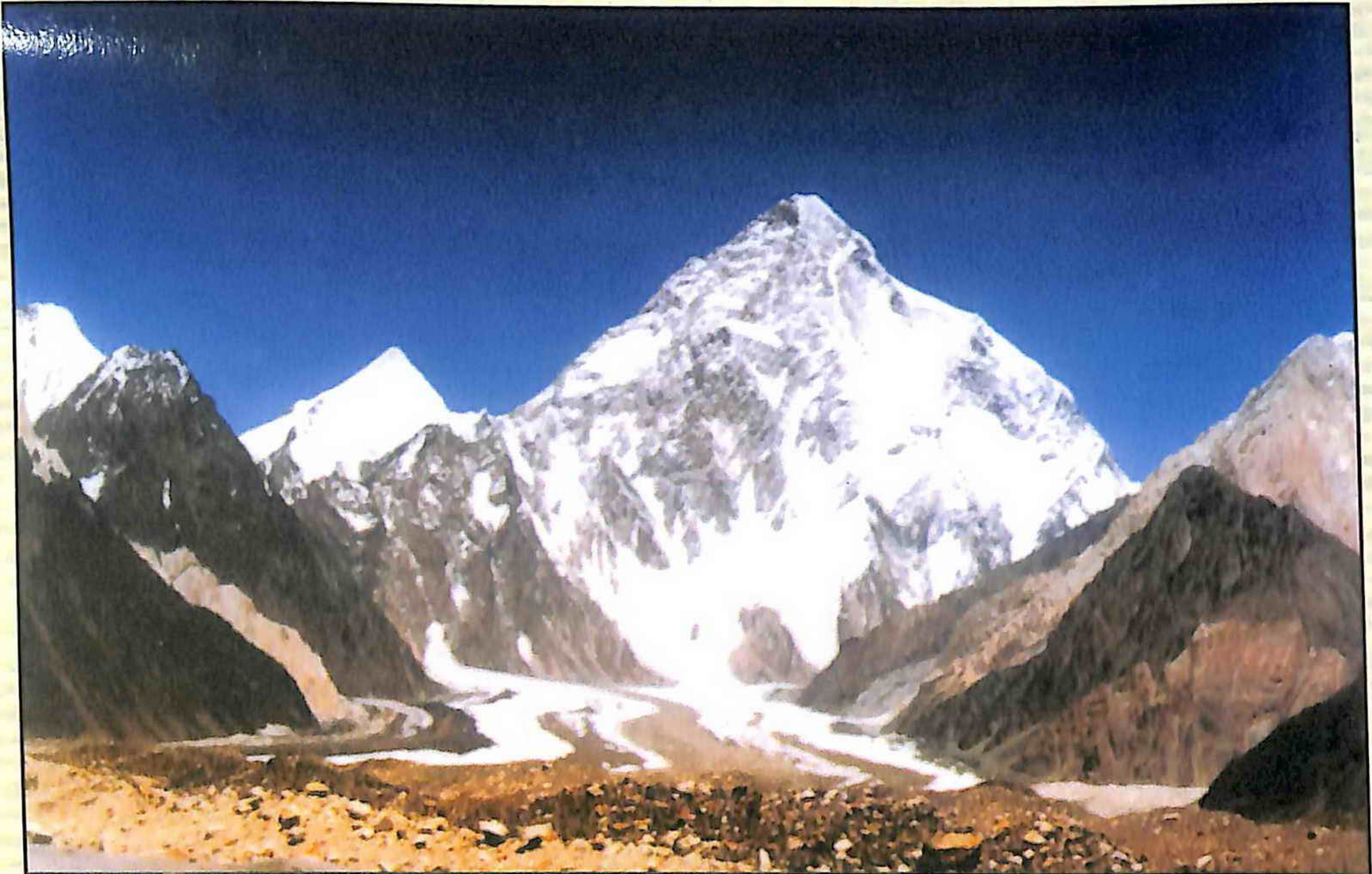
کے۔ٹو ۔دنیا کی دوسری بلند ترین چوٹی (8611) میٹرز۔ پاکستان